

مہنگائی کا علاج۔۔۔

اشرافیہ کی مراعات کا خاتمہ

پیٹرولیم مصنوعات، کوئنگ آئل اور تھی، بجلی، گیس کی قیمتوں میں جس قدر اضافہ ہو چکا ہے، اس اضافے کے بعد ضروریات زندگی کی تمام اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی۔ جبکہ غریب عوام پہلے ہی مہنگائی کے باعث ذہنی دباؤ کا شکار ہیں، ان کے لئے زندگی گزارنا مشکل سے مشکل تر ہو گیا ہے۔ گھر کا چولہا جلانا اور اپنے بچوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ان کے لئے مشکل ہو گیا ہے۔ وطن عزیز میں ہو یہ رہا ہے کہ سیاسی جماعتوں کے رہنما جب اپوزیشن میں ہوتے ہیں تو عوام کو سہانے خواب دکھاتے ہیں اور جھوٹے اور کھوکھلے نعروں سے انہیں بے وقوف بناتے ہیں، مگر اقتدار کی مسند پر بیٹھے ہی ان کا اصل چہرہ سامنے آ جاتا ہے۔ ان کے پاس نہ ملکی معاملات چلانے کی صلاحیت ہوتی ہے اور نہ کوئی پلاننگ۔ ان کا سارا زور قرض لینے اور اپنے اقتدار کی مدت پوری کرنے پر ہوتا ہے۔ ان حکمرانوں کی نااہلی اور کرپشن کا نتیجہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ ملکی ادارے تباہ ہو چکے ہیں، ہر ادارے میں کرپشن اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے، نیچے سے اوپر تک اپنا پنا حصہ وصول کیا جاتا ہے۔

سیاست دان سیاست کرتے کرتے ارہوں روپے کے مالک بن گئے اور ملکی خزانہ خالی ہوتا گیا۔ کیا لاکھوں لوگوں نے پاکستان کے حصول کے لئے اس لئے قربانی دی تھی کہ چند خاندان اس پر بادشاہت کریں اور انہیں ملک کو لٹونے کی مکمل آزادی ہو؟ کیا کوئی ادارہ ملکی خزانہ لٹونے والوں کا کبھی احتساب کرے گا؟ ان سے ملکی دولت واپس لے کر ملکی خزانے میں جمع کروائے گا؟ کیونکہ مہنگائی اب اس قدر بڑھ چکی ہے کہ غریب عوام کے لئے زندگی گزارنا مشکل ترین ہو چکا ہے اور یہ صورتحال زیادہ عرصہ چل نہیں سکتی۔

اب فیصلہ کرنے والوں کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ انہیں ملکی مفادات عزیز ہیں یا کرپٹ نظام اور کرپٹ حکمران؟ اسی طرح عوام کو بھی فیصلہ کرنا پڑے گا کہ غلامی اور ذلت کی زندگی گزارنا ہے یا اپنا حق حاصل کرنا ہے؟ اپنے لئے، اپنی آئندہ نسلوں کے لئے۔ کیونکہ غریب عوام نے ٹھیک نہیں لیا ہوا، بٹے کئے خود کفیل، امیر ترین کروڑ پتی سیاست دانوں، بیوروکریٹس، سرکاری افسران اور اسٹیبلشمنٹ کے ہر شخص کا بوجھ اٹھانے کا۔

حقیقت یہ ہے کہ آئی ایم ایف کے قرضوں کی ذمہ دار خود غرض و بچس اشرافیہ ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک دیہاڑی دار اپنی کمائی سے 210 روپے لیٹر پٹرول خریدے گا تو ماہانہ لاکھوں روپے قومی خزانے سے لینے والے صدر، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ، وزراء، ارکان قومی و صوبائی اسمبلی، آرمی افسران، ججز، بیوروکریٹ کو بھی مفت پٹرول ملنا بند ہونا چاہیے۔

اگر میسٹ کو بہتر کرنا ہے اور آئی ایم ایف کی ذلت سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو مذکورہ اشرافیہ کو ملنے والی سبسڈی ختم کرنا ہوگی۔

اب تو ہر طرف سے یہ اعتراض سامنے آ رہا ہے کہ اگر پاکستان میں 20000 افراد کو پٹرول فری کی سہولت میسر ہے اور اگر ایک آفیسر ماہانہ 400 لیٹر پٹرول استعمال کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت کو ماہانہ 80 لاکھ لیٹر پٹرول فری دینا پڑتا ہے، جس کو خریدنے کیلئے ماہانہ تقریباً 50 لاکھ ڈالر درکار ہوں گے۔ دراصل یہ ہے وہ ناسور جو ملک کو IMF کے چنگل سے آزاد نہیں ہونے دیتا۔ لہذا ملک و قوم کا درد رکھنے والے طبقات کی جانب سے یہ مطالبات بالکل جائز ہیں کہ ملک کی اشرافیہ کا فری پٹرول بند ہونا چاہیے۔ فری بجلی کے یونٹ بند ہونے چاہئیں۔ فری ہوائی ٹکٹ بند ہونے چاہئیں۔ یورپ و

امریکہ میں فری علاج بند ہونا چاہیے۔ حکومتی کیمپ آفس ختم ہونے چاہئیں۔ اشرافیہ کو 6، 8، 10 کنال کے گھرا لٹ ہونے بند ہونے چاہئیں۔ تمام سرکاری گاڑیاں نیلام ہونی چاہئیں۔ اب تو ہر خاص و عام کا یہ مشاہدہ ہے کہ تمام سرکاری گاڑیاں روزانہ مارکیٹوں میں اور خصوصاً ایک اینڈ پر نادرن ایریا میں سیر و تفریح کر رہی ہوتی ہیں۔ جب ان لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جا رہی ہیں تو یہ ساری مراعات ختم ہونی چاہئیں۔

یہ عجب تماشا ہے کہ پاکستان میں ایک لیٹر پیٹرول 210 روپے کا اور افغانستان میں ایک لیٹر 88 روپے کا ہے۔ پاکستان میں ایک ڈالر 205 روپے کا، جبکہ افغانستان میں ایک ڈالر 95 روپے کا ہے۔ دونوں ممالک میں پیٹرول اور ڈالر کے نرخوں کا یہ تقابلی جائزہ نہ صرف حیرت انگیز، بلکہ انتہائی شرمناک ہے، کیونکہ افغانستان وہ ملک ہے، جہاں 40 برس جنگ رہی۔ اصل بات یہ ہے کہ افغانستان میں مہنگائی نا ہونے کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ افغانستان کی اشرافیہ کو ناجائز مراعات نہیں دی جا رہی اور وہاں کے حکمرانوں نے کوئی کرپشن نہیں کی، کیونکہ جنگ آبادیوں کو اور کرپشن نسلوں کو تباہ کرتی ہے۔

سالانہ 5 ارب 25 کروڑ کی مفت بجلی۔۔۔ ظلم عظیم!

ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان بھر میں تقریباً ایک لاکھ 98 ہزار واپڈا، پاور ہاؤسز اور ڈسٹری بیوشن کمپنیوں کے ملازمین ہیں، گریڈ 1 سے لیکر گریڈ 22 تک کے واپڈا ملازمین کو سالانہ 39 کروڑ 10 لاکھ بجلی کے فری یونٹ ملتے ہیں، یہ لوگ 5 ارب 25 کروڑ روپے کی سالانہ فری بجلی استعمال کرتے ہیں، گریڈ ایک سے گریڈ 4 کے ملازمین کو 100 فری یونٹ، گریڈ 5 سے گریڈ 10 تک کے ملازمین کو 200 فری یونٹ، گریڈ 11 سے گریڈ 16 تک کے ملازمین کو 300 فری یونٹ اور گریڈ 17 سے گریڈ 22 کے ملازمین کو 450 فری یونٹس ماہانہ ملتے ہیں، پاور ہاؤسز کے ملازمین کو تقریباً 650 فری یونٹس ماہانہ ملتے ہیں۔ گریڈ 20 سے 22 کے افسران کو ماہانہ 1300 یونٹ فری ملتا ہے۔ یوں تقریباً بجلی تقسیم کار اور پیداواری اداروں کے ملازمین سالانہ 5 ارب 25 کروڑ تک کی بجلی مفت استعمال کرتے ہیں، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا؟ جبکہ محدود آمدنی والا عام آدمی بجلی استعمال کرنے کی پوری پوری قیمت ادا کرتا ہے۔ یہ صرف بجلی کے محکموں کے ملازمین کا ڈیٹا ہے۔ باقی جو کچھ ہیں، جج، جنرل، وزیر مشیر، انکی سہولیات کیا ہوں گی، اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس ساری تفصیل سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ ملک بس انہی لوگوں کا ہے، غریب تو بیچارہ بس پسے اور رلنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔

موجودہ حکومت کو اگر دیکھا جائے تو اس وقت ملک میں تقریباً سارا کاروبار ان لوگوں کا ہے، جو پارٹیاں اس وقت حکومت کے مزے لے رہی ہیں۔ اگر شوگر ملز کی بات کی جائے تو 99 فیصد شوگر ملز ان لوگوں کی ہیں جو یا تو حکومت میں ہیں یا ان کے اتحادی ہیں، پھر بھی جینی منگی ہے۔ اسی طرح اگر آپ فلور ملز، اسٹیل ملز، چکن کا برنس، آئل اور گھی کی ملز کی بات کریں یا کوئی بھی بڑے سے بڑا برنس ہو، تقریباً یہی پارٹیاں ان سب برنس پر قابض ہیں۔ اگر یہ واقعی عوام کی بھلائی کا سوچتے تو اپنا منافع کم کر کے عوام کو سبسڈی دے سکتے ہیں لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ یہ وہ ٹولہ ہے، جو پہلی مرتبہ اکٹھا کرو ملک کو دیوالیہ کرنے نکلا ہے۔ اب یہ لوگ اکثریت میں ہیں اور سب حکومت میں ہیں اگر یہ چاہیں تو ملک کو اس معاشی بحران سے ملکر نکال سکتے ہیں اگر یہ لوٹ مار سے رک جائیں تو حالات میں بہتری آ سکتی ہے، لیکن ان سیاست دانوں کا تو منشور ہی عوام کے سپیے پر ڈکا ڈالنا ہوتا ہے۔ اللہ کرے، ان کے دلوں میں رحم آئے اور یہ کبھی غریب، بے بس، مجبور عوام کا بھی سوچیں اور ملک کو اس معاشی بحران سے

نکالیں کیونکہ یہ بحران ان ہی لوگوں کا پیدا کردہ ہے۔

چاہے وہ ان لیگ ہو، پی پی پی ہو، جرنیل ہوں یا تحریک انصاف کے لوگ ہوں، جس نے اس ملک کا پیسہ کھایا ہے، اگر واپس کر دیں تو شاید اس ملک کی تقدیر بدل جائے جو بظاہر بہت ہی مشکل ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ پاکستان غریب ملک ہے نہیں، مگر قیام پاکستان کے فوراً بعد سے لے کر لچر موجود تک اس پر قابض اشرافیہ نے اس مملکت خدا داد کو اس حال تک پہنچا دیا ہے۔ انہوں نے وطن عزیز اور اس کے عوام کو نوج نوج کر دولت کے انبار اکٹھے کر لئے ہیں، جس کے نتیجے میں غریب، غریب سے غریب تر اور امیر، امیر سے امیر تر ہوتا چلا گیا ہے۔ حال ہی کی ایک رپورٹ کے مطابق سوئس بینک کے ایک ڈائریکٹر کا کہنا ہے کہ پاکستان کی 97 ارب ڈالر کی رقم سوئس بینک میں پڑی ہوئی ہے، جو کہ 30 سال کیلئے ٹیکس فری بجٹ کے لئے کافی ہے۔ 6 کروڑ پاکستانیوں کو ملازمتیں دی جاسکتی ہیں۔ ملک کے کسی بھی کونے سے اسلام آباد تک 4 روہیہ سڑکیں بن سکتی ہیں۔ 500 سے زیادہ پاور پراجیکٹ کے ذریعے ہمیشہ کے لئے فری بجلی دی جاسکتی ہے۔ ہر پاکستانی ماہانہ 20 ہزار روپے 60 سال تک لے سکتا ہے، ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف سے کسی بھی قرض کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات بیرون ملک کا ایک قطعی غیر جانب دار شخص کہہ رہا ہے، جسے ہم سے کسی قسم کا لالچ نہیں ہے، مگر اس بات کو کون مانے گا؟ جنہوں نے اس ملک کی دولت کو بے دردی سے لوٹا، وہ بھلا کیوں اپنے ملک اور غریب عوام کے فائدے کا سوچیں گے؟

عام انتخابات پر ساڑھے 47 ارب کا خرچہ

ملک میں عام انتخابات کے موقع پر جو سیاسی پارٹیاں حکومت میں شامل ہونے سے رہ جاتی ہیں اور نام نہاد "حزب اختلاف" کا کردار ادا کرنے لگتی ہیں، ان کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ بس کسی طرح حکومت بنانے والوں کو ٹھگ کیا جائے اور دوبارہ انتخابات پر مجبور کر دیا جائے۔ حالانکہ ایک اسکول کا طالب علم بھی بہ خوبی سمجھ سکتا ہے کہ عام انتخابات پر کروڑوں نہیں، بلکہ اربوں روپے کے اخراجات آتے ہیں۔ مگر حکومت سے باہر جانے والے نام نہاد سیاسی رہنما اپنے مفاد اور خود غرضی میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ ایک لمبے کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ان کے محض حکومت میں آنے کے اس شوق کی خاطر وطن عزیز کو کتنے بھاری اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے۔ مجوزہ عام انتخابات پر کتنا خرچہ آئیگا؟ اس کی تفصیلات قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ہیں، جن کے مطابق عام انتخابات پر 47 ارب 41 کروڑ 73 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔

ٹریڈنگ ونگ پر 1 ارب 79 کروڑ اور 90 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ بیلٹ سپر زکی پرنٹنگ پر 14 ارب 83 کروڑ 55 لاکھ روپے خرچ ہوں گے، انتخابی فہرستوں پر 27 کروڑ 20 لاکھ روپے خرچہ آئیگا۔ انتخابات کے لیے آرمی کی خدمات اور سیورٹی پر 15 ارب روپے خرچ ہوں گے۔ یعنی صرف ایک الیکشن پر تقریباً ساڑھے 47 ارب روپے خرچ ہوں گے۔ کیا ہمارے ملک کے نام نہاد سیاستدانوں میں سے کسی نے کبھی درد مندی سے ایک پل کے لئے بھی سوچا ہے کہ قرضوں میں جکڑا ہمارا غریب ملک بار بار اور جلدی جلدی انتخابات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کوئی ایک بھی ایسا سیاستدان نہیں ہے، جس نے کبھی اس حوالے سے ملک کی فلاح کا سوچا ہو۔ یہ سیاستدان اگر سوچتے ہیں تو صرف اتنا کہ حکومت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے اور حکومتی مراعات اور شان و شوکت اور کرفر کے مزے کیسے لئے جاسکتے ہیں؟ ایسے خود غرض، مفاد پرست اور درحقیقت ملک کے دشمن سیاستدانوں سے عوام کو اب چھٹکارا حاصل کرنے کا فیصلہ کرنا ہو گا۔ صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں جانے والے جو لوگ ملک کی بھلائی تو خیر خام خیالی کی بات ہے، اپنے

حلقے کے عوام تک کی فلاح و بہبود کا نہیں سوچتے اور نہ اپنے حلقے کے عوام کو کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں، حالانکہ اسی حلقے کے لوگوں کے ووٹوں کی بدولت وہ انتخابات میں کامیاب ہو کر قومی یا صوبائی اسمبلی میں بیٹھتے ہیں، مگر جو لوگ اپنے مسائل کے حل کی امید میں انہیں ووٹ دے کر کامیابی کے گھوڑے پر سوار کرتے ہیں، ان ہی لوگوں کو بہ طور "سزا" اپنے مسائل کے ساتھ سسکتا، کڑھتا، جٹا چھوڑ دیا جاتا ہے اور الیکشن میں جیتنے والا اپنے ذہن میں متعین ہدف کے مطابق مراعات حاصل کرنے اور لوٹ مار میں مصروف ہو جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے کہاں سے کہاں جا پہنچتا ہے، مگر اسے عہدے، طاقت اور اختیار تک پہنچانے والے نہ صرف وہ ہیں کہ وہیں رہتے ہیں، بلکہ ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جاتی ہے، لہذا اب وطن عزیز کے ہر باشعور انسان کو یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ آئندہ انتخابات میں صرف اور صرف مخلص، دیانت دار اور ملک و قوم کے لئے دردر رکھے والے افراد کا ہی چناؤ کیا جائے گا۔

عوام نئی حکومت سے ریلیف کی منتظر

معاشی عدم استحکام دینے تو کسی بھی ملک کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے لیکن جب وہ ملک جوہری طاقت کا حامل ہو تو معاملات اور بھی پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں معاشی صورتحال کی بہتری کیلئے یکے بعد دیگرے بننے والی حکومتوں کی طرف سے دعوے تو بہت کیے جاتے ہیں مگر عملی میدان میں ایسے اقدامات بہت کم دکھائی دیتے ہیں جن سے حالات میں کوئی سدھار لایا جاسکے۔ موجودہ حکومت کے پاس تو خیر وقت کم ہے اور ان کے پاس یہ جواز بھی موجود ہے کہ ہم سے پہلے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) سے جو معاہدہ کیا گیا تھا اس کی وجہ سے ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں لیکن جن کے پاس وقت زیادہ تھا انہوں نے بھی جو کچھ کیا وہ سب کے سامنے ہے اور ان سے پہلے بننے والی حکومتیں جو کچھ کرتی رہی ہیں وہ بھی کسی سے ڈھک چھپا نہیں۔ حزب اختلاف کا حصہ ہوتے ہوئے ہر جماعت عوام کیلئے ہمدردی اور خلوص کا اظہار کرتے ہے لیکن جیسے ہی اقتدار اس کے ہاتھ میں آتا ہے اس کے وابستگان اپنے تمام سابقہ بیانات اور تقاریر پر بھول کر وہی سب کچھ کرتے ہیں جو اقتدار کو طول دینے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ اب وفاقی وزیر مفتاح اسماعیل کو یہی دیکھ لیجئے وہ جب تک وزیر خزانہ نہیں بنے تھے عوام کے غم میں گھلے جا رہے تھے اور بار بار حکومت سے قیمتیں کم کرنے، مہنگائی پر قابو پانے اور عوام کو ریلیف دینے کے مشورے دیتے تھے لیکن جب سے انہوں نے وزارت خزانہ کا قلمدان سنبھالا ہے وہ یہی سب کچھ کہہ اور کر رہے ہیں جو ان کے پیش رو کر رہے تھے۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مسائل اور معاملات کی سنگینی سے پہلے بے خبر تھے کیونکہ وہ قبل ازیں وزیر خزانہ، وزیر اعظم کے مشیر برائے خزانہ اور معاون خصوصی برائے سرمایہ کاری رہنے کے علاوہ پبلک فنانس اور پولیٹیکل اکاؤنٹی کے مضمون میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حامل ہیں اور خود آئی ایم ایف سے بھی وابستہ رہے ہیں۔ سو یہ بات تو چمکتے ہوئے سورج کی طرح واضح ہے کہ مفتاح اسماعیل پہلے بھی پاکستانی معیشت کے مسائل سے بہت اچھی طرح واقف تھے لیکن وہ اس وقت حکومت کا حصہ نہیں تھے، اب وزارت خزانہ کی سربراہی ان کے پاس ہے لہذا ان کے بیانات ماضی سے یکسر مختلف ہیں۔ ہفتے کے روز انہوں نے جو پوسٹ بجٹ پریس کانفرنس کی اس میں ان کا کہنا تھا کہ ملک کو انتظامی طور پر ٹھیک کرنا ہو گا ورنہ معیشت نہیں چلے گی۔ کابینہ میں بیٹھے لوگ مراعات یافتہ ہیں مگر عام لوگ مراعات یافتہ نہیں۔ اگر سری لنکا جیسی حالت کریں گے تو قوم معاف نہیں کرے گی اور نہ ضمیر معاف کرے گا، اس لیے مشکل فیصلے لینے پڑیں تو یوں گے ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارٹس نہیں۔ وفاقی وزیر خزانہ شاید اس بات سے واقف نہیں کہ عوام مشکل فیصلوں کے خلاف ہرگز نہیں ہیں، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان فیصلوں کا بوجھ صرف عوام پر نہ ڈالا جائے۔ اگر کابینہ میں مراعات یافتہ لوگ بیٹھے ہیں تو ان کی مراعات ختم کرنا عوام کا نہیں بلکہ حکومت کا کام ہے۔

میرے جلتے مکان کو کیا معلوم؟
میرے اپنے "چراغ" مجرم ہیں!

”شریف“ حکومت کے اقدامات اور آئینی ترامیم

پاکستانی عوام کے مستقبل کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

حالات کا تقاضہ ہے کہ بنگلہ دیش کی ماضی قریب کی مثال سامنے رکھتے ہوئے تمام سرکاری دفاتر اور سرکاری گھروں سے اے سی اتارے جائیں ان سے سرکاری گاڑیاں لے لی جائیں دوسرے شہر جانا ہو تو پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کریں، بیرون ملک مفت علاج بند کر کے سرکاری ہسپتالوں میں علاج کی سہولت دی جائے، منج، جرنیل، کشف، ڈپٹی کشف، مہران قومی اسمبلی سب صرف تنخواہ پر گزارا کریں، ان کی اولادیں سرکاری اسکولوں میں پڑھیں، سرکاری ریٹ ہاؤس نیلام کر کے پیسے سرکاری خزانے میں جمع کروائے جائیں، جس کو اختلاف ہے اس کو گھر بھیج کر اس کی جینشن بھی ضبط کر لی جائے۔ بنگلہ دیش نے جب سے اشرافیہ کی یہ مراعات ختم کی ہیں آج زرمبادلہ کے ذخائر 73 ارب ڈالر سے تجاوز کر چکے ہیں جبکہ بھارت کے زرمبادلہ کے ذخائر 600 ارب ڈالر ہیں اس کے مقابلے میں پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر تاریخ میں کبھی بھی 27 ارب ڈالر سے آگے نہیں بڑھ سکے، عمران خان کے دور حکومت میں زرمبادلہ کے

لگائی ہے اس سے یہ اندازہ ہو گیا ہے کہ یہ ملک صرف لیروں کی ہی محفوظ جائے پناہ ہے اور اس ملک کو غربت کی دلدل سے نکلنے کے لیے خواب میں تبدیل ہو چکے ہیں جو کبھی حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتے۔ کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے ضرور ہوتا ہے کہ وہاں احتساب کا نظام جامع اور امتیاز سے پاک ہواریوں، کھریوں کھا کر پھر سے ملک میں حکمران بن جانا صرف پاکستان کی اشرافیہ کا ہی وظیرہ ہے اور جن ممالک نے اشرافیہ جس میں ہر طرح کی بیوروکریسی (افرشاہی) شامل ہے ان پر قابو کر لیا انہوں نے ایسی ترقی کی کہ ہم جیسے ملک ہونے کے باوجود ہمیں کئی گنا پیچھے چھوڑ گئے بنگلہ دیش کی مثال سب کے سامنے ہے۔ 1971 مشرق میں پاکستان سے بنگلہ دیش بننے والا یہ ملک اور محض حب الوطنی اور عوام کی طاقت سے کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ پاکستان کے حکمران ساری بازاری اور مہنگائی کا بوجھ صرف عوام پر نہ دے پر چھوئے ہیں جبکہ موجودہ

نے اس قوم کی حالت بدلنے کی کوشش کی تو اسے اس طرح پر وہ سمجھیں (اقتدار) سے بنایا گیا کہ آنے والی نسلوں نے سرتابی سے پناہ مانگ لی۔ حال ہی میں عمران خان کی حکومت کا خاتمہ بھی اسی طرح کے میوزیکل چیزتین کے کھیل کی ایک شکل ہے موجودہ حکومت کے حالیہ اقدامات کے بعد پاکستانی عوام کو اندازہ ہو گیا کہ اس سے بہتر دور شاہد عمران خان کا تھا اور اس پر موقوف نہیں کہ پاکستان میں آنے والا ہر دور حکومت پیچھے دور کا نوحہ حکومت پر ڈال کر خود کو حاجی ثناء اللہ گردانتا ہے۔

عمران خان کے دور حکومت کو مہنگائی اور نہ جانے کیا کیا عذر پر شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا لیکن موجودہ حکومت کے آنے کے بعد مہنگائی کا جو طوفان شروع ہوا ہے اس نے مہنگائی کا و مارچ کرنے والوں کو عوام کے جانے بالکل پر ہر نہ کر دیا ہے مہنگائی کا طوفان اپنی جگہ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ موجودہ شریف حکومت نے جس طرح احتساب اور احتساب کرنے والے اداروں کو قندقن

ندیم احمد جمال
پاکستان میں اقتدار ایک ایسا سنگھاس ہے جسے میوزیکل چیز بھی کہا جاتا ہے یہ ایک ایسی خود کار چیز ہے جس کا ریہوت کسی اور کے پاس ہے اور اس کا جب دل کرتا ہے یہ میوزیکل گھومنا شروع کر دیتی ہے اور جب دل کرے یہ قرض اٹلیس بند ہو جاتا ہے ویسے تو پاکستان کی تاریخ میں اقتدار کا تسلسل ایسے خاندانوں کے ہاتھوں میں ہے جن کی تعداد انگلیوں پر ہی گنی جاسکتی ہے اور آئندہ جس حکومت کے نام اقتدار کا قرضہ مال نکلنے کا ریہوت کنٹرول والا ان کے کان میں سرگوشی کرتا ہے وہ فوری طور پر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

پاکستانی اقتدار کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور اس میں کاہنہ اراکین کا طائرانہ جائزہ لیں تو حقیقت اظہر من الشمس کی طرح بالکل واضح ہو جائے گی اب اقتدار خواہ نواز شریف کا ہو، بے نظیر کا یا اب حالیہ طور پر عمران خان کا، یہی چہرے پارٹیاں بدل بدل کر پھر سے اس پاکستانی قوم پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ اگر کسی لیڈر

ذخائر 22 ارب ڈالر ہے جو شریفوں کے حکومت میں آنے کے بعد صرف 19 ارب ڈالر رہ گئے ہیں۔

اب پاکستان کی حکومتوں اخراجات پر نظر ڈالیں تو سرکاری ویب سائٹ پر جاری ایک لسٹ میں صرف لاہور ہائی کورٹ کے ججز کو جو مراعات اور تنخواہیں ہیں اس کے مطابق ہر ”معزز“ جج کو 500 لیٹر پیٹرول ماہانہ۔ یعنی ایک لاکھ 4500 روپے۔ گھر کا کرایہ 65000 روپے۔ مالی، سوپر، ملکر، اردنی اور کک کی تنخواہ سوا لاکھ روپے۔ یوٹیلیٹی بلز کی کوئی حد ہے نہ حساب Unlimited۔ میڈیکل الاؤنس 67000 روپے۔ گارڈن چارج 25000۔

آفسیر الاؤنس 269525 روپے۔ ہر گھنٹے میں 4.5 لیٹر فیول پھونکنے والا 22KV کا جزیئر۔ بنیادی تنخواہ 6 سے 7 لاکھ۔ یوں ایک جج اس مقروض ملک کو لاکھوں میں پڑتا ہے۔ لیکن کارکردگی زبردہ بلکہ ماہنس۔ کیسز کے انبار اور مقدمات دہا؟ یوں لٹکتے رہتے ہیں۔ باقی درجنوں کورٹس کے سیکرٹریز اور سیکرٹریوں دیگر سرکاری محکموں اور اداروں کے ہزاروں افسران کی عیاشی کے جملہ لوازمات کو اسی پے قیاس کر سکتے ہیں۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس (پائیڈ) کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق عام تاثر کے برعکس پاکستان میں سرکاری افسران کی تنخواہیں اگر مراعات سمیت شمار کی جائیں تو نہ صرف پرائیویٹ سیکٹر سے بھی زیادہ ہیں بلکہ گریڈ 21 کے پاکستانی

میں سرکاری شعبے میں تنخواہیں پرائیویٹ شعبے سے 53 فیصد زیادہ ہیں۔ جبکہ سرکاری ملازمین کے زیر استعمال رہائش گاہوں کی کل قیمت تقریباً ساڑھے 14 کھرب یا ڈیڑھ ٹریلین روپے کے برابر ہے۔ (ایک کھرب میں 1000 ارب ہوتے ہیں) ان مکانات کا کرایہ سالانہ 11 ارب روپے بنتا ہے۔ جبکہ سرکاری گاڑیوں کے ذاتی استعمال سے افسران کے اوپر خرچ ہونے والی رقم ان کی بنیادی تنخواہ سے بھی ایک اعشاریہ دو گنا بڑھ جاتی ہے۔ سرکاری افسران کی عیاشی کے حوالے سے دنیا میں ایک ہی ملک پاکستان سے زیادہ سختی

ہے۔ وہ ہے Botswana۔۔۔۔۔ ہائی سپر پاور امریکا، یورپ کی سب سے بڑی معیشت جرمنی اور دنیا کی ابھرتی معاشی طاقت چین کا شمار اس فہرست میں ناپ ٹین ممالک میں بھی نہیں ہوتا۔ بقول آصف صاحب ہر رکن قومی اسمبلی کو بنیادی تنخواہ کے علاوہ 12 ہزار سات روپے کا اعزازیہ، سمپ چوری الاؤنس کے پانچ ہزار، آفس میٹینینس الاؤنس کے آٹھ ہزار

روپے، ٹیلی فون الاؤنس کے دس ہزار روپے، الڈ ہاک ریلیف کے 15 ہزار روپے، تین لاکھ روپے کے سفری واؤچرز یا 92 ہزار روپے کیش، حلقہ

اپنے کپڑے سچ کر عوام کو مہنگائی سے نجات دلانے والے وزیر اعظم نے اس مری ہوئی قوم کے پیسوں سے کیا حشر بپا کیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ ان کا کہنا ہے کہ نہ ہر کھانے کو پیسے نہیں لیکن وزیر خارجہ 25 تاریخ سے حنا ربانی کھر کے ساتھ سوئٹزر لینڈ میں بیٹھا رہا۔ اس سے پہلے امریکہ میں تھا، 20 کروڑ بار ایسوسی ایشن کو ملے۔ 135 کروڑ اشتہارات پر لگے۔ 8 کروڑ PM6 کا سوئمنگ پول بنائے۔ 20 کروڑ PM ہاؤس کی آرائش کیلئے اور 5 ارب بجلی کا پٹرول کی مرمت کے لئے 5 بیرونی دورے

افسر پر کل خرچ ہونے والی رقم اقوام متحدہ کے افسران پر خرچ ہونے والی رقم سے بھی 12 فیصد زیادہ ہے۔ یاد رہے کہ اقوام متحدہ کو عام طور پر ایک بہت فیاضانہ تنخواہ دینے والا ادارہ گردانا جاتا ہے۔ پائیڈ نے یہ تحقیق اقوام متحدہ کے ادارے یو این ڈی پی کے اشتراک سے کی ہے۔ اسی طرح ورلڈ بینک کے ورلڈ بیورو کی ایگزیکٹو کے مطابق پاکستان

دہ 816 ارب روپے کم کر دی گئی۔ کیا آئی ایم ایف یہ کہتا ہے کہ آپ کی عیاشیاں جاری رہیں اور عوام آپ کا بوجھ اٹھائے۔ اپنے کپڑے سچ کر عوام کو مہنگائی سے نجات دلانے والے وزیر اعظم نے اس مری ہوئی قوم کے پیسوں سے کیا حشر بپا کیا ہے وہ بھی سن لیجئے۔ ان کا کہنا ہے کہ نہ ہر کھانے کو پیسے نہیں لیکن وزیر خارجہ 25 تاریخ سے حنا ربانی کھر کے ساتھ سوئٹزر لینڈ میں بیٹھا رہا۔ اس سے پہلے امریکہ میں تھا، 20 کروڑ بار ایسوسی ایشن کو ملے۔



کرنے کے لئے کوئی کٹوتی نہیں لی۔ ذرا بجٹ کو سمجھیں، دفاع 2021-22 1450 ارب روپے دفاع 2022-23 1523 ارب روپے اضافہ 73 ارب روپے وفاقی حکومت 2021-22 530 ارب روپے وفاقی حکومت 2022-23 550 ارب روپے اضافہ 20 ارب روپے پنشن 2021-22 525 ارب روپے پنشن 2022-23 530 ارب روپے اضافہ 5 ارب روپے گرانٹس 2021-22 1090 ارب روپے گرانٹس 2022-23 1242 ارب روپے اضافہ 152 ارب روپے عوام کی دی جانے والی سبسڈیز 2021-22 1515 ارب روپے عوام کو دی جانے والی سبسڈیز 2022-23 699 ارب روپے کمی۔ 816 ارب روپے۔ ندرتاً بجٹ کم ہوا، ندرتاً وفاقی حکومت کے اخراجات کم ہوئے، ندرتاً پنشن کی رقم کم ہوئی۔ صرف عوام کی بجلی، پیٹرول اور گیس پر دی جانے والی سبسڈی ایک

مال مفت دل بے رحم اب اس پر بس نہیں کیا گیا بلکہ ان ٹیڑھے حکمرانوں نے پاکستان کو ہمیشہ کے لئے غلامی کی زنجیروں سے جکڑے رکھنے کی غرض سے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے مندرجہ ذیل 4 اہم کارنامے اور انجام دیئے ہیں۔

جن لوگوں کی سیاسی بساط اس قدر کمزور تھی کہ وہ چالیس دنوں میں ایک دفعہ پٹرول کی قیمت بڑھانے کی جرات نہیں کر پائے، انہیں ایک ایسی حکومت کو گرا کر پاکستان کی باگ ڈور پکڑانی گئی جس نے گذشتہ چھ ماہ میں 54 روپے پٹرول کی قیمت بڑھانے اور غیر متبادل فیصلے کرنے کا خطرہ مول لیا تھا۔ تیس سال کا تجربہ رکھنے والی "شہباز شریف جمع زررداری حکومت"، جب آئی ایم ایف کے سامنے کشکول لے کر پہنچی تو انہوں نے کشکول کی سمت دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

نکوئی وعدہ فراوانی نہ کی، امید و دلاسا نہ کہا گیا، جاؤ اور اپنے عوام کی مزید کھال کھینچو، بوٹیاں نوچو اور ان تمام بینکوں اور قرضہ دینے والے اداروں کا قرضہ واپس کرنے کا بندوبست کرو۔ جب تمہارے دامن میں عوام کا خون بیسنہ نچوڑ کر اتنے پیسے ہو جائیں کہ تم قرضے کی قسط ادا کرنے کے قابل ہو جاؤ، تو پھر تم اپنا بھکاریوں والا چہرہ ہمارے سامنے لانا۔ ہم تمہاری درخواست پر غور کریں گے۔

آئی ایم ایف پاکستان کو جو رقم دیتا ہے اس میں سے ایک ڈالر بھی خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ رقم ایک ضمانت کے طور پر پاکستان کے سٹیٹ بینک میں پڑی رہتی ہے۔ حکومت لوگوں پر ٹیکس لگا کر، بیرون ملک پاکستانیوں کے بھیجے ہوئے ڈالروں کو اکٹھا کر کے اور برآمدات سے ملنے والے زر مبادلہ کو ملا کر ان تمام بینکوں اور مالیاتی اداروں کے قرضے کی قسط ادا کرتی رہتی ہے، جن سے حکومتوں نے اپنی عیاشیوں کے لئے قرض لے رکھا ہے۔

یہ رقم اس لئے پڑی ہوتی ہے تاکہ یہ تمام بڑے بڑے بینک اور مالیاتی ادارے اس بات سے بے فکر ہو جائیں کہ ان کا سرمایہ کہیں ڈوب جائے گا۔ اسے آئی ایم ایف کا ساختی تطبیق (adjustment Structural programs) کہتے ہیں۔ یعنی ایک ایسا پروگرام جس کے تحت حکومتوں کے معاشی اور سیاسی ڈھانچوں کو قرضہ خواہ کی ضرورتوں کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔

کسی بھی ملک کو سرمایہ فراہم کرنے کے لئے آئی ایم ایف کے تین مقاصد اور اہداف ہوتے ہیں: پہلا یہ کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ حکومت نے جو

آئی ایم ایف (IMF) کے مقاصد اور اہداف -

قرضے لئے ہوئے ہیں انہیں واپس کرے گی۔ دوسرا یہ کہ معیشت کو حکومتی جکڑ بند یوں سے آزاد کرایا جائے اور عالمی منڈی میں موجود سرمایہ داروں کو اس ملک کے وسائل سے کھل کھیلنے کے مواقع فراہم کئے جائیں اور تیسرا لیکن سب سے اہم ہدف یہ ہے کہ ملکوں کو پہلے سے لئے گئے قرضوں کی دلدل سے نکالے بغیر، دنیا کے بینکوں سے مزید قرض لینے کے لئے راستہ ہموار کیا جائے تاکہ یہ مزید قرض کی دلدل میں پھنس جائیں۔

آئی ایم ایف ان پاکستانی حکمرانوں کو خوب پچھانتا ہے۔ وہ ان چہروں کو تواتر کے ساتھ 88 سے دیکھتا چلا آیا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ جب بھی عموماً سیاسی حکومتیں برسر اقتدار آتی ہیں تو وہ اپنی تعیش اور اللے تللوں کے لئے قرض پر قرض لیتی جاتی ہیں اور اپنے سرمایہ دار سیاسی ڈونرز کو خوش رکھنے کے لئے ان پر کسی قسم کا سخت ٹیکس لگانے کی بجائے، مزید قرضہ لیتی ہیں، جو قسط کے طور پر عوام ادا کرتے ہیں۔

ان ٹوڈی اور کاسہ لیس حکومتوں کو عالمی مالیاتی فنڈ کے "گمشدے" جنہیں "Economic Hitman" کہا جاتا ہے وہ مسلسل شیشے میں اُتارتے رہتے ہیں۔ یہ "گمشدے" ایسے تمام ممالک میں جاتے ہیں، جن کے پاس معدنیات کے خزانے اور زرعی زمینیں ہوتی ہیں، مگر وہاں پر حکمران بددیانت اور کرپٹ ہوتے ہیں، جن کو رشوت، کلک بینک اور بیرون ملک اثاثوں کا لالچ دے کر وہ ان سے ایسے بڑے بڑے منصوبوں کے لئے قرضے منظور کرواتے ہیں، جن کی انہیں بالکل ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی اہم ترین مثال موٹر وے ہے۔

موٹر وے اس مقصد کے لئے بنائے جاتے ہیں تاکہ کھیتوں کی پیداوار اور صنعتوں کا سامان با آسانی منڈیوں تک پہنچے یا پھر معدنیات کو نکال کر بیرون ملک یا اندرون ملک بھیجا جائے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ نہ تو مزید صنعتیں لگانے کے لئے قرضہ لیا جاتا ہے اور نہ ہی معدنی وسائل کو استعمال کرنے کے لئے اعلیٰ ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے

قرض حاصل کیا جاتا ہے۔ صرف موٹر وے بنائی جاتی ہے جس کے بنانے کے لئے جو عالمی کمپنیاں پاکستان آتی ہیں، سارے کا سارا قرضہ واپس کما کر اپنے ملک لے جاتی ہیں۔

آج بھی ہمارے پہلے موٹر وے کے چار سو کلومیٹر کے دونوں جانب کروڑوں بھوکے سٹنگے، بیمار، غربت و افلاس کے مارے ہوئے آباد ہیں، جو کپاس اور چاول اگا کر زرمبادلہ کماتے ہیں تاکہ اس موٹر وے کا قرض ادا کریں جو ایک حکمران کے شوق کی تکمیل کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ کوئی بھی حکومت صحت، تعلیم، صاف پانی، سیوریج یا عام آدمی کی خوشحالی کے لئے قرض نہیں لیتی۔ لیکن بیرونی قرض کی واپسی انہی غریبوں پر ٹیکس لگا کر کی جاتی ہے۔

پاکستان میں ایسے تمام لوگ جو سرمایہ دار اور مالدار ہیں ان کی آمدن پر ٹیکس نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ ملک کا نوے فیصد سے زیادہ ٹیکس عام آدمی سے وصول کیا جاتا ہے۔ صابن، تیل، شیشہ، ٹوتھ پیسٹ، دال، چاول، پینسٹی، جوتے، کپڑے، بس کا کرایہ، ریل کالکٹ، غرض ہر وہ چیز جو اس ملک میں بنتی اور پیدا ہوتی ہے، جب ایک عام شہری اُسے خریدنے جاتا ہے تو ٹیکس ادا کرتا ہے۔ لیکن وہ سرمایہ دار جو یہ تمام ایشیا بناتا ہے یا وہ زمیندار جو، فصل اگاتا ہے اس کی آمدن پر ٹیکس نہیں لگایا جاتا۔ ایکڑوں پر پھیلے رقبے پر اگنے والے نمائندوں سے منافع کمانے والا ٹیکس نہیں دیتا، ان نمائندوں سے چھٹی بنانے والا سرمایہ دار ٹیکس نہیں دیتا لیکن ایک عام آدمی جب وہ چھٹی کی بوتل خریدتا ہے تو اس پر سیزل ٹیکس دیتا ہے۔ یہ وہ گورکھ دھندا ہے جس سے ملکوں کی معیشت تباہ و برباد ہوتی ہے اور ملک عالمی مالیاتی اداروں کے دروازوں پر مسلسل کشکول لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس سارے قصبے میں تین لوگوں کی چاندی ہوتی ہے۔

پہلے نمبر پر وہ عالمی بینک اور مالیاتی ادارے جو قرض دیتے ہیں اور سود سمیت وصول کرتے ہیں دوسرے نمبر پر وہ بڑی بڑی کمپنیاں جو ان مقروض ملکوں میں انفراسٹرکچر منصوبوں پر کام کرتی ہیں اور

تیسرے نمبر پر وہ بددیانت حکمران جو ان کمپنیوں سے کلک بینک یا کمیشن لیتے ہیں یا پھر ان کے فرسٹ بین ان عالمی کمپنیوں کے پارٹنر بن کر منافع کماتے ہیں۔

آپ ان تینوں کے اثاثوں کا جائزہ لے لیں، آپ کو خود بخود اندازہ ہو جائے گا۔ بینک دن بدن وسیع ہوتے جاتے ہیں، عالمی کمپنیوں کا جال بھی پھیلتا چلا جاتا ہے اور بددیانت اور کرپٹ حکمرانوں کی ملک اور بیرون ملک جائدادوں میں دن دو گنا رات چو گنا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ ہے آئی ایم ایف اور عالمی مالیاتی فنڈی نظام کا جال۔

لیکن ایک وقت ان ملکوں پر یہ آتا ہے کہ بیچنے کے لئے تین کے کپڑے بھی باقی نہیں رہتے۔ اور یوں پھر دنیا بھر کی معاشی تو تینوں خور بھیر یوں کی طرح ان کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لئے دوڑتی ہیں۔ 1974ء میں تانجیریا دنیا کی تیسری بڑی تیل برآمد کرنے والی معیشت تھا، لیکن آئی ایم ایف، عالمی مالیاتی اداروں اور کرپٹ حکمرانوں کی ملی بھگت سے آج تانجیریا کے تمام تیل کے ذخائر جو ابھی بھی دنیا کا تیسرا بڑا ذخیرہ ہیں، مگر وہ اب تانجیریا کی نہیں بلکہ برٹش پٹرولیم (B.P)، شیل (Shell) اور ایکسون (Exon) کی ملکیت ہیں۔

یہ کمپنیاں ان تمام ذخائر سے تیل نکالتی ہیں اور پھر اسی تانجیریا کے عوام کو ان کا اپنا تیل واپس بیچتی ہیں۔ پاکستان کے بھکاری حکمران بھی گذشتہ 61 سالوں میں 22 دفعہ آئی ایم ایف کے دروازے پر کشکول لے جا چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آئی ایم ایف نے موجودہ حکومت کو سرمایہ فراہم نہیں کیا تو پھر امریکہ نے عمران حکومت کیوں تبدیل کر دئی۔ میں نے ایک سال پہلے لکھا تھا کہ پاکستان میں حکومت اس لئے تبدیل کر دئی گئی تاکہ پاکستان کو ڈیفالٹ کی سطح پر لایا جائے گا۔

ایسا اگر خدا نخواستہ ہو گیا تو پھر عالمی معاشی بھیرے ہمیں کسی بھی قسم کا ریلیف دینے سے پہلے ایک ہی چیز کا سوال کریں گے اور وہ ہے ہمارا اسٹی پروگرام۔ اس سوال کا جواب کیا ہوگا، کون دے گا اور کیسے دے گا؟ یہ اگلے چند ہفتوں میں پاکستان کا سب سے اہم مسئلہ، معاملہ اور سوال ہوگا۔

کے دوسرے بڑے کارنامے کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے یعنی انہوں نے عمران دور حکومت میں کی گئی ترمیم میں آئندہ انتخابات میں دھاندلی ختم

متوقع ہے۔

نیب آرڈیننس کے حوالے سے ہم آگے کی سطروں تفصیل درج کریں گے لیکن ان

بل منظور

4۔ پیٹرول و ڈیزل کی قیمتوں میں 60 روپے فی لیٹر اضافہ، اب تک اور آگے مزید اتنا ہی اضافہ

1۔ نیب آرڈیننس میں تبدیلی

2۔ الیکٹرانک ووٹنگ مشین کے خلاف بل منظور
3۔ بیرون ملک مقیم پاکستانی کو ووٹ کا حق کمیشنل کا

فاروق قیصر عرف انکل سرگم کی ایک مشہور نظم "اللہ میاں" کے اشعار ان کا اسٹنٹ "رولا" ستایا کرتا تھا

میرے پیارے اللہ میاں
دل میرا حیران ہے ،
میرے گھر میں فاقہ ہے ،
اس کے گھر میں نان ہے ،
میں بھی پاکستان ہوں ،
اور وہ بھی پاکستان ہے ،

میرے پیارے اللہ میاں ،
لیڈر کتنے نیک ہیں ،
ہم کو دیں وہ صبر کا پھل ،
خود وہ کھاتے کیک ہیں ،
میرے پیارے اللہ میاں ،
یہ کیسا نظام ہے ؟
فلوں میں آزادی ہے ،
ٹی وی پر اسلام ہے ،

میرے پیارے اللہ میاں ،
سوچ کے دل گھبراتا ہے ،
بند ڈبوں میں خالص کھاتا ،
ان کا کتا کھاتا ہے ،
میرا بچہ روتے روتے ،
بھوکا ہی سوجاتا ہے ،

میرے پیارے اللہ میاں ،
دو طبقتوں میں ٹہنی جائے ،
ایسی اپنی بیرت ہے ،
ان کی چھت پر ڈش انٹینا ،
میرے گھر میں بصیرت ہے ،

میرے پیارے اللہ میاں ،
میری آنکھ کیوں چھوٹی ہے ؟
اس کی آنکھ میں کونھی ہے ،

میرے پیارے اللہ میاں
یہ کیسی ترقی ہے ؟
ان کی قبریں تک ہیں پکی
میری بستی کچی ہے . .

کرنے اور اسے شفاف بنانے کی غرض سے
انتخابات بذریعہ الیکٹرونک مشینیں کرائے کو آتے
ہی نئی ترمیم لاکر ختم کر دیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ
شفاف انتخابات ہونے کی صورت میں عوام کے
جذبات کی سچی ترجمانی ہوتی جو برسوں سے قابض
اس اشرافیہ کو ہرگز منظور نہیں اس لئے انہوں نے

تیسرا اہم کام جو عمران خان نے کیا
تھا کہ انہوں نے بیرون ممالک میں مقیم پاکستانیوں

کو ووٹ کا حق دے کر ان کی اہمیت تسلیم کی یہ 90
لاکھ وہی پاکستانی ہیں جس کے بھیجے ہوئے پیپیوں
سے یہ اشرافیہ مزے اڑاتی ہے اور انہیں اپنا رائے
دہی استعمال کرنے کا حق بھی حاصل نہیں تھا عمران
خان نے یہ واقعی اچھا کام کر کے جمہوریت میں روا
انتیازی سلوک ختم کیا تھا موجودہ دور حکومت نے
اس آئینی ترمیم کو اپنے سب ملزمان کا بینہ و
پارلیمنٹ اریکین کی مدد سے ختم کر کے خود کو مزید
مضبوط کر لیا اس سلسلے میں سوشل میڈیا یہ تجزیہ
ملاحظہ کریں۔

ایپورٹنڈ حکومت نے عوام کو ریلیف کا
وعدہ کیا تھا کہ ہم تجربہ کار لوگ ملک کو سنبھالیں گے،
معیشت کو سنبھال لیں گے، ڈالر کو سنبھال لیں گے،

یہ ترمیم اس ملک سے احتساب اور احتسابی اداروں کی وہ دھجیاں اڑائے گی کہ دنیا بھر مقبہیں
اس کی کتر نہیں بھی تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس ترمیم نے بنا خطر ناک نتائج مرتب ہوں
اور اس کے اثرات کس طرح ملک کے مستقبل کو تاریکی راہوں میں دکھیل دیں گے اس کا
اندازہ اس بے حس اور بے شعور عوام کو ابھی نہیں ہوگا بلکہ اس وقت ہوگا جب صرف ایک روٹی
کے لئے ان کے بچے جرم کی سزا میں بائند سلاسل ہوگی اور یہ اشرافیہ اربوں، کھربوں، روپے
لوٹنے کے باوجود پوری دنیا میں عیاشی سے دندناتی پھرے گی۔

لوڈ شیڈنگ ختم کر دینگے، قومی خزانے کو بھر دیں گے
وغیرہ وغیرہ، مگر آج حکومت میں آنے کے بعد وہی
ایپورٹنڈ حکومت ہر طرف سے ہوتی تباہی برپا دی
سے بے فکر ہو کر کرپشن کیسز ختم کرنے، نیب و ایف
آئی اے افسران کے تبادلوں و قتل عام، ای سی ایل
سے اپنے نام نکلوانے، الیکشن سے پہلے اپنی مرضی
کی الیکشن ترمیم کرنے، مرضی کے افسران لگانے
میں مصروف ہو چکی ہے باقی معیشت اور مہنگائی
اب مسئلہ نہیں رہا۔

ایکشن ترمیم میں سب سے پہلا کام ہی ای وی ایم کا
خاتمہ ہے جس سے 90 لاکھ سے زائد اورینیز
پاکستان اپنا ووٹ کا سٹ کرنے سے محروم ہو گئے
ہیں، وہ پاکستانی جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر باہر ملکوں
میں بیٹھ کر بھاری زر مبادلہ پاکستان بھیجتے ہیں جس
سے پاکستانی معیشت چلتی ہے اور ہم ملک چلانے
کے قابل ہو پاتے ہیں ورنہ ہم جتنی بھیک آج مانگی
پڑ رہی ہے اگر یہ اورینیز پاکستانی وہ پیسہ نہ بھیجتے تو
ہمیں باقاعدہ سکھول لیکر ایک ایک ملک کے
دروازے پر جانا پڑتا کہ ہمیں بھیک دو۔
بہشتی سے ہمیں بیرون ملک بیٹھ کر ہماری معیشت
چلانے والے پاکستانیوں کے ڈالر تو منظور ہیں مگر

ایپورٹنڈ حکومت کو نہ ماضی میں کبھی پاکستان کے مفاد

سے کچھ لینا دینا تھا اور نہ ہی آج لینا دینا ہے ورنہ کبھی اتنی بیوقوفیاں نہ کی جاتیں کہ اربوں ڈالر بھیجنے والے پاکستانیوں کو نظر انداز کر کے ہم بھاری قرضے لیتے، اپنی سلامتی اور غیرت کا سودا کرتے ہوئے عالمی سامراج کے سامنے لپٹتے، دوست ملکوں سے بھیک مانگتے اور اپنی معیشت برباد کرتے، دراصل اپوزیٹ حکومت کو اس کی پرواہ ہی نہیں انکے اپنے خزانے بھرنے ہیں، انکی اپنی اولادیں کھریوں کی مالک ہیں، بیرون ملک محلات کے مالک ہیں انہوں نے یہاں رہنا نہیں تو یہ کیونکر پاکستان کے مسائل کا کوئی مستقل اور بہتر حل تلاش کرنے کی کوشش کریں گے؟

اپوزیٹ حکومت کے لیے ماضی میں اور موجودہ دورہ حکومت میں مسائل کا واحد حل یہی ہے کہ ملکی خود کفالت اور اپوزیٹ ایکپیورٹ، سرمایہ کاری لانے جیسے مشکل معاملات کو گولی مارو اور عالمی سامراج کے آگے ہاتھ پھیلاؤ بیرونی قرضے لو، ای قرضے سے عوام کو سسڈی دو، پھر بھاری ٹیکس لگا کر قومی خزانہ جب میں ڈالو اور ملک سے رفو چھو جاؤ، پھر ملک جانے عوام جانے، مہنگائی جانے.....

حقیقت کچھ یوں کہ ہم پاکستانی عوام کبھی ایک نالی، ایک کھجے، ایک بریانی کی پلیٹ، چاچے، مامے، دوستوں کے چیکروں میں ووٹ دے دیتے ہیں، یہاں ووٹر کو خریدنا، دھاندلی کروانا بھی نہایت آسان ہے مگر بیرون ملک پاکستانیوں میں ہماری طرح شعور کی کمی نہیں ہے وہ ان ممالک میں رہتے ہیں جہاں نہ نمائندے بکتے ہیں اور نہ ہی ووٹر بلکہ سارا دار و مدار کارکردگی پر ہوتا ہے۔

اس لیے نہ تو بیرون ملک پاکستانیوں کو خرید پانا ممکن ہے نہ ہی انہیں دوستی، رشتہ داری جیسے جھانے میں لانا ممکن ہے، بیرون ممالک میں موجود 90 لاکھ سے زائد پاکستانی کسی بھی جماعت کو الیکشنز میں کلیں سویپ کروا سکتے ہیں، اب اور سیز پاکستانیز تو ووٹ نہیں ڈال سکیں گے لیکن دہائیوں پہلے فوت ہوئے افراد ووٹ دینے کا حق حاصل کر چکے ہیں۔

اب آتے ہیں ہم سب سے اہم ترمیم جو اس ملزم حکومت کے لئے آکسیجن کی اہمیت رکھتی ہے اور جس کی خاطر انہوں نے سب

کچھ فراموش کر کے غلامی کا طوق اس پاکستانی قوم کی گردن میں ڈال کر اب لیروں کو مستقبل میں نہ صرف کھلے عام لوٹ مار کی سرکاری اجازت مل گئی ہے بلکہ ماضی میں جو انہوں نے کہا ہے ان جرائم کو بھی عیست و نابود کرنے کے لئے یہ ترمیم بہار کا خوشگوار جھونکا ثابت ہوگی۔

یہ ترمیم اس ملک سے احتساب اور احتسابی اداروں کی وہ دھجیاں اڑائے گی کہ دنیا بھر مقفیں اس کی کتر نہیں بھی تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس ترمیم نے نیا خطرناک نتائج مرتب ہوں اور اس کے اثرات کس طرح ملک کے مستقبل کو تاریکی راہوں میں دکھیل دیں گے اس کا اندازہ اس بے حس اور بے شعور عوام کو ابھی نہیں ہوگا بلکہ اس وقت ہوگا جب صرف ایک روٹی کے لئے ان کے بچے جرم کی سزا میں پابند سلاسل ہوں گے اور یہ اثر افریڈار یوں، کھریوں، روپے لوٹنے کے باوجود

اس ترمیم کے بعد کسی ملزم کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اسکے اثاثہ جات جائز بلکہ ناجائز دولتوں، کرپشن سے بنائی جائیدادوں مطلب ناجائز اثاثوں کو ناجائز ثابت کرنا نیب کا کام ہے اب نیب ثابت کرتا رہے قیامت تک۔

پوچھی ترمیم ملزم کی جائیدادوں کی قیمت مارکیٹ ریٹ کی بجائے ڈی سی ریٹ کے مطابق ہوگی، مطلب جائیداد ایک لاکھ کی، ڈی سی ریٹ ایک ہزار کا، اس سے اربوں کی جائیدادیں کروڑوں کی ظاہر کر کے ملزمان تپتی گلی سے نکل جائیں گے۔

پانچویں ترمیم۔۔ دوران کیس ملزم اپنی کرپشن سے بنائی جائیداد مطلب متنازعہ جائیداد بیچ سکتا ہے، پہلے نیب کی اجازت کے بغیر جائیداد بیچی نہیں جاسکتی تھی، اب ایک طرف جائیداد پکڑی گئی دوسری



طرف ملزم جائیداد بیچ کر فرار نہ گی۔ چھٹی اور سب سے مزے کی ترمیم۔۔

اگر نیب کیس حیات نہ کر پایا تو متعلقہ نیب افسر کو 5 سال قیدی سزا، اب اسکے بعد کون سا بیوقوف اور پاگل نیب افسر ہوگا جو کسی طاقتور پر کیس بنا لے گا؟

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر جرمن فوج کو فرانس کو خالی کرنے کا حکم ملا تو جرمن کمانڈنٹ نے افسروں کو جمع کر کے کہا ہم نازی جنگ ہار چکے ہیں، فرانس ہمارے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ یہ سچ ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ شاید اگلے 50 برسوں تک ہمیں دوبارہ فرانس میں داخلے کی اجازت بھی نہ ملے اس لیے

میرا حکم ہے کہ پیرس کے عجائب گھروں، نوادرات سے بھرے نمائش گھروں اور ثقافت سے مالا مال ہنر کردوں سے جو کچھ سمیٹ سکتے ہو سمیٹ لو۔ جب فرانسیسی اس شہر کا اقتدار سنبھالیں تو انہیں لئے پٹے

پوری دنیا میں عیاشی سے دندناتی پھرے گی۔ نئی حکومت کے ملزموں اور ملزموں کے وکیلوں نے اپنے کیسوں کو سامنے رکھ کر نیب قوانین میں جو ترمیم کی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔ پہلی ترمیم۔۔

پہلی ترمیم کے مطابق نیب قوانین میں جتنی ترمیم ہوں گی وہ یکم جنوری 1985 سیلاگو ہوں گی، باقیوں کے علاوہ اس ترمیم کا سبب سیز یادہ فائدہ 90 کی دہائی سلیکٹر ایک شہزادہ فیملی کو ٹی ٹی کیسوں میں ہوگا۔ دوسری ترمیم:

اس ترمیم کے بعد اب ملزم کے اہل خانہ مطلب گھر والوں کے آقا نے ملزم کے اثاثے تصور نہیں ہوں گے۔ تیسری ترمیم:

پیرس کے علاوہ یہاں کچھ نہ ملے۔

جزل کا حکم تھا سب انسرجائب گھروں پر نوٹ پڑے اور اربوں ڈالرز کے نوادرات اٹھالائے۔ ان میں ڈوپنگ کی مونا لیزا تھی، وین گوہ کی تصویریں، وینس ڈی میلو کا مرمر میں مجسمہ غرض کہ کچھ نہ چھوڑا۔ جب عجائب گھر خالی ہو گئے تو جزل نے

سب نوادرات ایک ٹرین پر رکھے اور ٹرین کو جرمنی لے جانے کا حکم دیا۔ ٹرین روانہ تو ہو گئی لیکن شہر سے باہر نکلنے ہی اس کا انجن خراب ہو گیا۔ انجن ٹھیک کیا اور ٹرین پھر روانہ ہو گئی لیکن 10 کلومیٹر طے کرنے بعد اس کے بریک جام ہو گئے۔ انجن آئے مسئلہ ٹھیک کیا اور ٹرین پھر روانہ ہو گئی لیکن چند کلومیٹر بعد بولمانر نے پریشر بنا بنا کر

دیا۔ انجن آئے بولمانر مرمت ہوا اور ٹرین پھر چل پڑی، ابھی تھوڑی دور ہی گئی تھی کہ پریشر بنانے والے ہینسن والو جواب دے گئے۔ انجن آئے ہینسن مرمت ہوئے اور ٹرین روانہ ہوئی۔ ٹرین خراب ہوتی رہی اور انجن اسے ٹھیک کرتے رہے یہاں تک کہ فرانس کا اقتدار فرانسیسیوں نے سنبھال لیا اور ٹرین ابھی فرانس کی حد میں ہی تھی۔

ٹرین کے ڈرائیور کو پیغام ملا کہ میسویو بہت شکر یہ پر اب ٹرین جرمنی نہیں واپس پیرس آئے گی۔ ڈرائیور نے کہا میں ہرائے اور واپس پیرس روانہ ہو گیا، جب وہ پیرس پہنچا تو فرانس کی ساری لیڈر شپ اس کے استقبال کے لئے کھڑی تھی، ڈرائیور پر گل پاشی کی گئی پھر اس کے ہاتھ میں مائیک دے دیا گیا، ڈرائیور بولا جرمن گدھوں نے نوادرات تو ٹرین میں بھر دیئے لیکن یہ بھول گئے کہ ڈرائیور فرانسیسی ہے اور اگر ڈرائیور نہ چاہے تو گاڑی کبھی منزل پر نہیں پہنچا کرتی۔

عرصے بعد ہالی ووڈ نے اس ڈرائیور پر "دی ٹرین" نامی فلم بنائی۔

اگر اپنے ملک کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بھی "دی ٹرین" کی سنوری سے کم نہیں، ہر پانچ سات سال کے بعد کبھی انجن ٹھیک نہیں ہوتا ہے کبھی ہینسن کا مسئلہ تو کبھی بولمانر کا۔ پہلے دن سے اب تک، بحران ہی بحران ہے چند دن ترقی کے پھر تیزی کا سفر۔

اس ٹرین کا ڈرائیور اصل میں کوئی اور ہے جو اس کو منزل تک نہیں پہنچنے دے رہا۔ جب تک ہم سب مل کر ڈرائیورنگ سیٹ کا کنٹرول حاصل نہیں کرتے یہ لا حاصل سفر یونہی جاری رہے گا۔

بھارت میں گزشتہ دنوں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات ادا کیے گئے۔ مسلم دنیا سراپائے احتجاج بن گئی۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر اور دیگر عرب ممالک نے بھارت سے شدید احتجاج کیا۔ عرب ممالک کی جانب سے احتجاج نے گویا اس مہم میں جان ڈال دی اور بھارت کو متعلقہ افراد کے خلاف سخت کارروائی کرنا پڑی۔

ایر جمنی ضرور لگا گئی لیکن یہ سب کیلئے ہو، اور اسے اس وقت تک ختم نہ کیا جائے جب تک ہمارا کسٹول نہ ٹوٹ جائے۔ قومی سطح پر مکالمے کا ضرور آغاز ہو، لیکن کسٹول توڑنے کیلئے، نہ کہ ”کھایا پیا کچھ نہیں لیکن گلاس توڑا بارہ آنے“ کی سی کیفیت ہو۔ لوگ آئیں، بیٹھیں، بحث کریں، میڈیا پر خبریں چلیں، سرخیاں لگیں، اور آخر میں ایک اعلامیہ جاری ہو، اور بات ختم۔

مزید براہ! شاماناہنہ اخراجات، فضول خرچیاں، اپنے اور اپنے چاہنے والوں کیلئے سرکاری خرچے پر بڑے گھر، مفت بجلی، پٹرول کی سہولتیں، بھاری قرضوں کی معافی، جیسے اقدامات کا خاتمہ کیا جائے۔ لوٹی ہوئی دولت کی واپسی کو یقینی بنایا جائے۔ مجرموں کو تخت پر بٹھانے کے بجائے تختہ دار تک لے جایا جائے۔ کفایت شعاری کو اپنی ذات سے شروع کیا جائے۔ ملکی وسائل کا درست استعمال کرنے کیلئے قابل اور دیانت دار افراد کا تقرر کیا جائے نہ کہ میرٹ کو روند کر نااہل افراد کو اداروں کا سربراہ صرف اور صرف اس لیے بنادیا جائے کہ وہ ہمارے مفادات کا تحفظ کریں گے۔

یاد رکھیے یہ ملک ہے تو آپ ہیں۔ آپ وزیر، مشیر ہیں، آپ کی عزت ہے۔ اگر یہ ملک کمزور ہو گیا، اس ملک کی دنیا کی نظروں میں وقعت نہ رہے تو آپ کی عزت بھی نہیں رہے گی، آپ کا ریڈ کارپٹ استنبال نہیں ہوگا، آپ کو دنیا میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔ اور اگر مل بھی گئی تو یہ حملات، پروڈوکول، سلیوٹ ختم ہو جائیں گے اور آپ کو ایک فلیٹ میں زندگی کے بقایا دن پورے کرنے پڑیں گے۔



ہمارے اور عرب دنیا کے احتجاج میں فرق اور اثر عرب ممالک کی جانب سے ناراضی کا اظہار ہی کافی ثابت ہوا

دھونا، جلسے جلوس، دھرنے، مار دھاڑ، شدید احتجاج سب ہی کچھ بیکار جاتا ہے، جبکہ عرب ممالک کی طرف ناراضی بھی رنگ لے آتی ہے۔ شاید اس لیے کہ عرب ممالک دینے والا ہاتھ ہیں۔ عرب یہی سمجھتے ہیں کہ شاید پھر کچھ دینا پڑے گا۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ عرب ہر معاملے میں اسلام کے ٹھیکیدار بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ اسی لیے جب انہوں نے اس معاملے میں احتجاج کیا تو



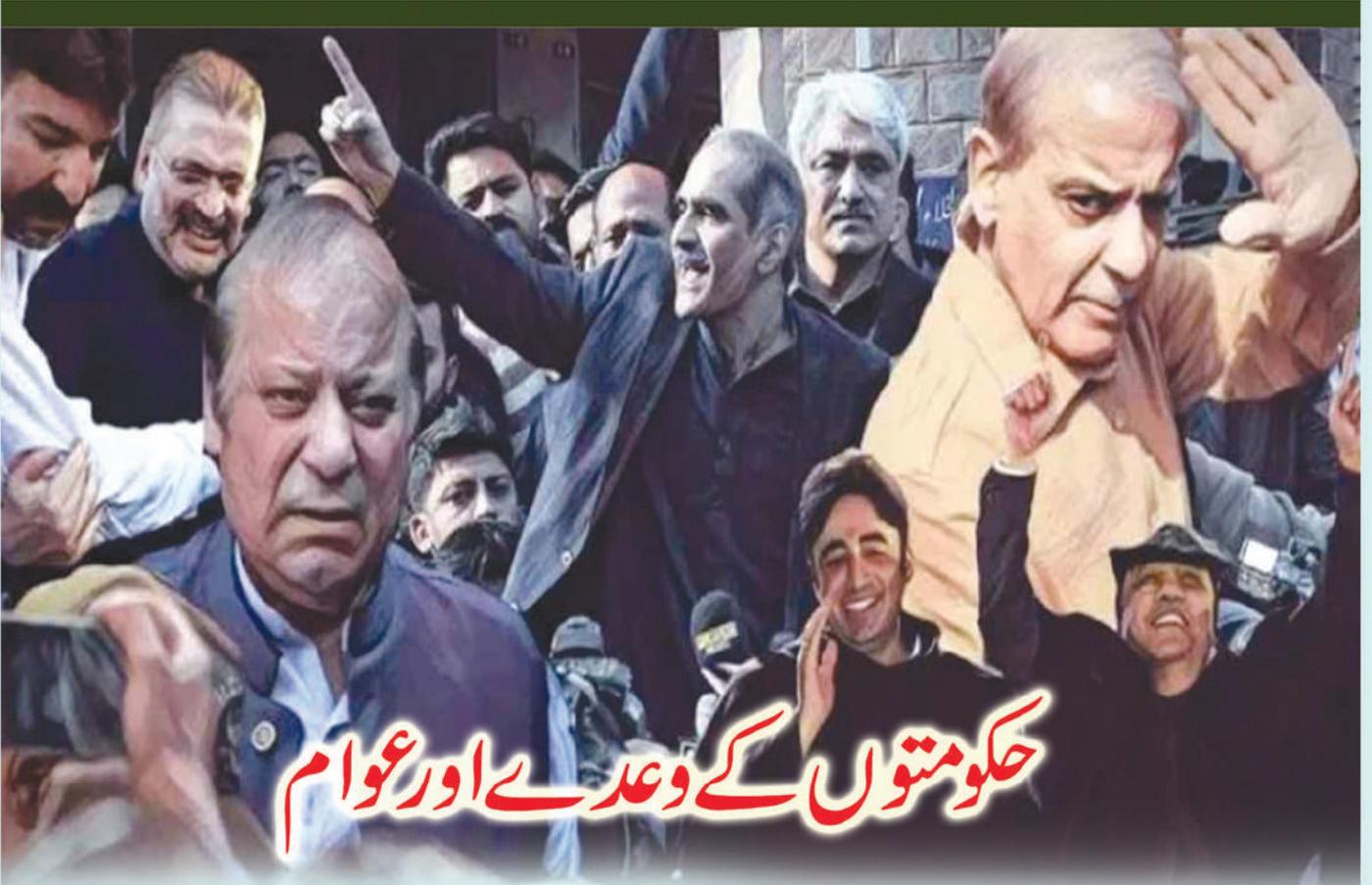
معاشی لحاظ سے خود کفیل ہیں۔ دنیا بھر کے لوگ عرب ممالک میں بسلسلہ روزگار مقیم ہیں۔ جبکہ ہم معاشی لحاظ سے اس قدر کمزور ہیں کہ کسٹول لے دینا بھر میں پھرتے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا مسلم، غیر مسلم ملک ہو جہاں سے مدد مل سکتی ہو اور ہم نے نہ لی ہو۔ اور اب تو بقول وزیراعظم شہباز شریف ”میں عرب ممالک کے دورے پر گیا تو میں نے کہا کہ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں مدد مانگنے آیا ہوں، ایسا نہیں ہے بلکہ صرف اتنی گزارش ہے کہ ہمارا ہاتھ بنا دیں“۔ یعنی ہم جہاں بھی جائیں وہ

اسے سنجیدہ لیا گیا۔ جبکہ ہماری حالت یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی واقعہ ہو ہم ناز جلا کر سڑکیں ہلاک کر دیتے ہیں، متعلقہ سفیر کو نکالنے کا مطالبہ اور وہ سب کچھ جو ممکن نہ ہو کرتے ہیں۔ مگر دنیا کے کان پر جوں تک نہیں رنگتی۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ ایسے معاملات پر اعتراض نہ کیا جائے، احتجاج نہ کیا جائے۔ عرض صرف اتنی ہے کہ احتجاج کے ساتھ اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش بھی کی جائے۔ معاشی

محمد عمران چوہدری
آپ حالیہ واقعے کی مثال لے لیجئے۔ بھارت میں گزشتہ دنوں پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات ادا کیے گئے۔ مسلم دنیا سراپائے احتجاج بن گئی۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر اور دیگر عرب ممالک نے بھارت سے شدید احتجاج کیا۔ عرب ممالک کی جانب سے احتجاج نے گویا اس مہم میں جان ڈال دی اور بھارت کو متعلقہ افراد کے خلاف سخت کارروائی کرنا پڑی۔

عین ممکن ہے اگر عرب ممالک کی جانب سے احتجاج نہ کیا جاتا تو بھارت کے کانوں پر جوں تک نہ رنگتی۔ پاکستان جیسے ممالک بھارتی ناظم الامور کو دفتر خارجہ طلب کر کے شدید احتجاج ریکارڈ کرواتے۔ ہمارے ہاں مظاہرے کیے جاتے۔ کہیں سے اشارہ ملنے پر ہو سکتا ہے کچھ مذہبی جماعتیں اس موقع پر بھارتی سفیر کی بے دخلی کا مطالبہ کرتیں، اپنے ہی لوگوں کی زندگی عذاب میں ڈالی جاتی، ملکی املاک کو نقصان پہنچایا جاتا، قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان پہنچایا جاتا اور پھر دوبارہ اشارہ ملنے پر ایک بے جان معاہدہ کر کے گھروں کو لوٹ جاتے۔ لیکن بھارت ٹس سے مس نہ ہوتا۔ جبکہ عرب ممالک کی جانب سے ناراضی کا اظہار ہی کافی ثابت ہوا۔

غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے اور عرب ممالک کے احتجاج میں اس قدر فرق کیوں ہے؟ ہمارا رونا



حکومتوں کے وعدے اور عوام

جاوید الرحمن خان

2018 کے انتخابات میں عوام، خصوصاً نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے یقینی طور پر عمران خان کی جوش و جذبے سے بھرپور تقاریر سے متاثر ہو کر تحریک انصاف کو ووٹ دیئے۔ اس کے پیچھے ان

رے قسمت! کہ عمران خان بھی اسی بھیڑ چال کا شکار ہو گئے، جس پر سابق حکومتیں کاربند تھیں۔ چنانچہ عمرانی دور حکومت میں عوام کو کسی قسم کا ریلیف نہیں ملا، بلکہ سابق دور حکومت کی طرح مہنگائی اور مسائل میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا، جس کے

پیپر پر، ان ہی کی طرح کرپشن کے کیسوں کے ملزم اور ان کے بھائی شہباز شریف کی ضمانت پر بیرون ملک "ملاج" کے لئے جانے کی اجازت دی گئی، جس کے بعد نواز شریف آج تک واپس ہی نہیں آئے۔ نواز شریف کے بیرون ملک جاتے ہی، بالفاظ دیگر "محفوظ ٹھکانے" پر پہنچتے ہی مریم نواز اور شہباز شریف نے مہنگائی سے پیدا شدہ

کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ عمرانی حکومت کے خلاف جس مہنگائی کو بنیاد بنا کر اس کا دھڑن تختہ کیا گیا، کیا وہ مہنگائی ختم ہو گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی کو موضوع سخن بنا کر سیاست تو کی جاسکتی ہے، مگر اسے ختم نہیں کیا جاسکتا یا بالفاظ دیگر کوئی بھی حکومت مہنگائی کو ختم نہیں کرنا چاہتی، کیونکہ اس طرح اسے عوام کے جذبات سے ہیلنے اور انھیں

عمرانی حکومت کے خلاف جس مہنگائی کو بنیاد بنا کر اس کا دھڑن تختہ کیا گیا، کیا وہ مہنگائی ختم ہو گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی کو موضوع سخن بنا کر سیاست تو کی جاسکتی ہے، مگر اسے ختم نہیں کیا جاسکتا یا بالفاظ دیگر کوئی بھی حکومت مہنگائی کو ختم نہیں کرنا چاہتی، کیونکہ اس طرح اسے عوام کے جذبات سے کیلنے اور انھیں نت نئے خواب دکھانے کا موقع نہیں مل پائے گا



سب کی یہ سوچ اور امید کارفرما تھی کہ پیپلز پارٹی اور نواز لیگ نے بار بار حکومت میں آکر اپنا تو خوب بھلا کیا، مگر عوام کو کوئی فائدہ یا ریلیف نہیں پہنچایا، لہذا انہوں نے بجا طور پر تحریک انصاف سے امیدیں وابستہ کیں کہ عمران خان جو پہلی بار حکومت میں آیا ہے، یہ شخص ضرور عوام کا بھلا کرے گا، مگر وائے باعث عام آدمی کا جینا دشوار سے دشوار تر ہوتا چلا گیا۔ عمران خان نے اپنی انتخابی مہم کے دوران چوروں، لٹیروں کو لٹکانے کے جو دعوے کئے تھے، ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ کرپشن کے کیسوں کے سب سے بڑی ملزم نواز شریف کو محض 50 روپے کے اسٹیپ

صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپوزیشن جماعتوں کو اپنے ساتھ ملا کر مہنگائی کے خلاف "مہنگائی مکاؤ مارچ" بھی کیا، جس کا اختتام بالآخر عمرانی حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی صورت میں ہوا اور لگ بھگ ساڑھے تین برس کا عرصہ گزارنے کے بعد عمران خان کو وزارت عظمیٰ کی کرسی سے اتارنا پڑا۔

اب پاکستان کے جمہور، مقبور، بے بس ولا چار عوام موجودہ حکومت سے بجا طور پر سوال

نت نئے خواب دکھانے کا موقع نہیں مل پائے گا، جو ہر سیاست دان اور ہر سیاسی جماعت کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور رہے گا۔

نواز شریف اور ان کے بعد وزارت عظمیٰ کی کرسی پر براہمان ہونے والے ان کے چھوٹے بھائی شہباز شریف، دونوں کا تعلق "شریف" خاندان سے ہے۔ شریف خاندان کی اگر تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو اس خاندان نے پاکستان کا بھلا کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر اپنا، اپنے خاندان اور اپنے

جس کے نتیجے میں عام آدمی کی حالت بد سے بدتر سسٹم پر قابض بافیان کو مزید ملک پر کنٹرول کا حق ہوتی چلی گئی اور آج نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ایک عام آدمی کے لئے اپنا اور اپنے گھر والوں کا دو والا سیاست دان زیادہ لوٹ سکے۔

نواز شریف اور ان کے بعد وزارت عظمیٰ کی کرسی پر براجمان ہونے والے ان کے چھوٹے بھائی شہباز شریف، دونوں کا تعلق "شریف" خاندان سے ہے۔ شریف خاندان کی اگر تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو اس خاندان نے پاکستان کا بھلا کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر اپنا، اپنے خاندان اور اپنے کاروبار کا ضرور بھلا کیا ہے اور "لوہار" کہلانے والے آج بہت بڑی انڈسٹری اتفاق فائونڈری کے مالک ہیں اور ان کا کاروبار دنیا کے کئی ممالک میں پھیلا ہوا ہے، جبکہ پاکستان میں اور بیرون ملک دولت اور جائیدادوں کا بھی کوئی شمار نہیں ہے



وقت کا پیٹ بھرنے تک مشکل ہو گیا ہے۔

شریف اور چیلے کتنی بار حکومت میں آئے، مگر عوام کو صرف باتوں اور وعدوں کا لونی پاپ دے کر بھلایا۔ اب بھی موجودہ شہباز حکومت مہنگائی کے جس ایٹھ کو بنیاد بنا کر عمرانی حکومت کو گرا کر برسر اقتدار آئی ہے، وہ مہنگائی نہ صرف اپنی جگہ برقرار ہے، بلکہ اس میں خوف ناک حد تک اضافہ کر دیا گیا ہے اور خدشہ ہے کہ اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ غیر جانب دار حلقوں کی طرف سے یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اگر مہنگائی اسی رفتار سے بڑھتی رہی تو حالات اس نہج پر جا سکتے ہیں کہ لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے لوٹ مار کرنے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ عوام اپنی عدالت میں فیصلہ کریں۔ کیونکہ ملک کی عدالتیں تو سیاست دانوں کا نہ حساب لیتی ہیں، نہ انہیں سزائیں دیتی ہیں۔ جس طرح باہر کی عدالتیں سیاست دانوں یا اعلیٰ حکومتی شخصیات کا احتساب کرتی ہیں، اگر اسی نظام انصاف پر ہمارے ملک میں عمل درآمد کیا جاتا تو آج وطن عزیز ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہوتا اور وقت کی روٹی کے لئے پریشان عام آدمی خوشحال ہوتا۔ مگر ہمارے یہاں الٹی لنگنگا بہہ رہی ہے کہ کرپٹ لوگوں کا احتساب تو کیا ہوتا، الٹا یہ لوگ لٹیروں، ڈاکوؤں سے مل جاتے ہیں، کیونکہ یہ خود ڈاکو زنی پر آتے ہیں۔ عام آدمی حیران پریشان انصاف کے ذمہ داروں کا منہ تکتا رہ جاتا ہے کہ آخر یہ چوروں، لٹیروں کو کب لٹائیں گے؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ سارے طاقتور طبقے آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ یہ اتحاد بے ساریکٹ، بے حس اور ظالم لوگوں کا، جن کو عام آدمی کی تکلیف اور پریشانیوں کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہے۔

کاروبار کا ضرور بھلا کیا ہے اور "لوہار" کہلانے والے آج بہت بڑی انڈسٹری اتفاق فائونڈری کے مالک ہیں اور ان کا کاروبار دنیا کے کئی ممالک میں پھیلا ہوا ہے، جبکہ پاکستان میں اور بیرون ملک دولت اور جائیدادوں کا بھی کوئی شمار نہیں ہے۔ یہ اور ان جیسے دیگر سیاست دان وہ ظالم اور بے رحم لوگ ہیں، جو عوام کے منہ سے روٹی کا نوالہ تک چھین کر اور ان کی لاشوں پر اپنے کاروبار بھاتے ہیں، انہیں ترقی دیتے ہیں، اپنی دولت اور

عوام کو سنہرے خواب دکھا کر ان کے جذبہ سے کھیلنے والے سیاست دان آخر حکومت میں آکر کیا کرتے ہیں؟ یہ بے رحم، بے حس اور ظالم لوگ ملک کا کھر بول روپیہ کھا جاتے ہیں، مگر حکومت میں آکر ایک دوسرے پر الزام لگاتے رہتے ہیں۔ ملکی خزانے کو بے دردی سے لوٹتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے اندر کوئی بھی سیاست دان نہیں ہے، بلکہ سب طاقت، اختیار، اقتدار اور دولت کے بھوکے ہیں، یہ لوگ حکومت میں آکر ملک اور بیرون ملک اپنی جائیدادیں بناتے ہیں، لندن میں فلیٹ خریدتے ہیں، سوئس بینک میں ملک سے لوٹی گئی دولت جمع کرتے ہیں

جائیدادوں میں دن رات اضافہ کرتے رہتے ہیں اور عام آدمی کے لئے دو وقت کی روٹی کمانا اور زندہ رہنا بھی مشکل کر دیتے



ہیں۔ یہ سیاست دان آخر سیاست میں کیوں آتے ہیں؟ کیا ان کے دل میں عوام اور ملک کا درد ہوتا ہے؟ کیا انہیں ملک اور عام آدمی کی مشکلات سونے نہیں دیتیں؟ کیا یہ ملک کو ترقی دینے اور عام آدمی کی حالت بہتر بنانے کے لئے اقتدار کے سنگھاس پر بیٹھتے

ادارہ ترقیات کراچی ترقی سے زوال تک



تحریر: آفاق احمد صدیقی

ادارہ ترقیات کراچی وہ ادارہ ہے جس نے کراچی کو بنایا کراچی سے کراچی تک بنانے میں ادارہ ترقیات کراچی نے بہت اہم کردار ادا کیا یہ وہ وقت تھا جب کراچی اور ادارہ ترقیات کراچی میں رہنے والا اور کام کرنے والا ہر شخص خوشحال تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب مہینہ کی پہلی تاریخ کو تمام ملازمین کے اکاؤنٹ میں تنخواہ آجاتی تھی اور وہ اس سے وقت پر بچوں کی تعلیم و صحت، باورچی خانہ کا خرچہ اور دوسری ضروریات زندگی کی اشیاء خرید کر بہ احسن و خوب زندگی کے شب روز گزار رہا تھا۔ نہ ریٹائرڈ ہونے والے ملازمین کو ڈر تھا کہ میرے ریٹائرڈ ہونے کے بعد میری (گریجویٹ)، پنشن، انعام، وظیفہ، زرصلہ، عطیہ مجھے ضرور ملے گا اور اس ماہوار پنشن کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا تھا اور باقاعدگی سے ریٹائرڈ ملازمین پنشن مل جاتی تھی۔ جس کے باعث وہ اپنی ریٹائرڈ منٹ کی زندگی گزارتا تھا۔ ادارہ ترقیات کراچی میں میڈیکل کی سہولت بروقت موجود تھی کسی بھی وقت ملازمین کو بیماری یا ایمرجنسی کی صورت میں بروقت علاج ہو جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے ہر ملازم اپنے وقت پر آفس اور گھر مطمئن ہو کر آیا جاتا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ادارہ ہر ملازم اور اسکے اہل خانہ کو طبی سہولیات، وقت پر تنخواہ، وقت پر

پنشن اور گریجویٹ ادا کر رہا ہے۔ ملازمین خوشحال تھے خوش تھے ادارہ بھی سائٹین کے وقت پر کام کر رہا تھا۔ مگر ہوا ایسا کیا ہوا کوئی آندھی، لوغان، زلزلہ اور سونامی آیا کہ کراچی کو کراچی بنانے والا ادارہ لاکھوں خاندانوں کی پرورش کرنے والا، ہزاروں ریٹائرڈ ملازمین کو

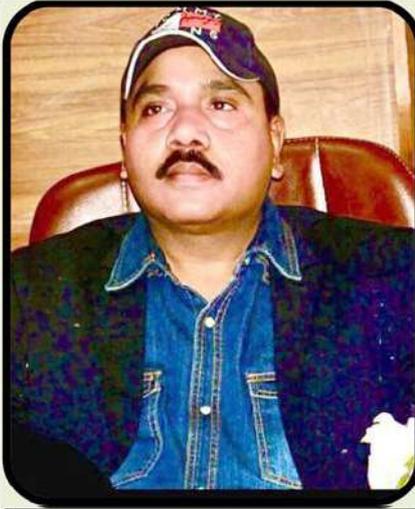
ملازمین سخت اذیت سے دوچار۔ حاضر ملازمین وقت پر تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے سخت اذیت کا شکار ہیں۔ بچوں کی اسکول کی فیس نہ دینے کے باعث سچے تعلیم سے محروم کرنے سے سخت اذیت اشیاء خوردنوش نہ لینے کی وجہ سے سخت اذیت سے دوچار ملازمین ادھار لے لے کر گزارہ کرنے

میں گھر جاتے ہیں، اب نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ادارہ ترقیات کراچی جو پہلے ایک ہاتھی کے مانند تھا مگر اب صرف اور صرف بیگی ملی بن کر رہ گیا ہے۔ اور اپنی بیروں پر پلٹنے کے بجائے سندھ گورنمنٹ کی بھیک پر رگڑ رگڑ کر چل رہا ہے۔ کچھ ماہ پہلے ادارہ ترقیات کراچی نے اپنے اٹائٹل نیلام کیے مگر صورتحال جوں کی توں ہی رہی مگر نیلامی میں آنے والی رقم کی مد میں کہاں استعمال ہوئی یہ کوئی نہیں جانتا ہوگا۔ یہ کہاں کی ذہانت ہے کہ اپنے اخراجات پورے کرنے کیلئے اپنے گھروں کی چیزوں کو بیچ کر اخراجات پورے کیئے جائیں اسکی مثال کچھ ایسی ہے کہ ایک بے روزگار اور نشہ آور شخص جب کاس کا نشہ اور ضرورت پوری نہ ہوئی تو وہ گھر کے برتن بیگم کی سونے کی چوڑیاں یا بالیاں وغیرہ ضروریات زندگی کا سازوں سامان وہ اگر صحیح طریقے سے استعمال کرتا تو اپنی ضرورت ایسے ہی پوری کر سکتا تھا۔ مگر اس نے کام نہ کیا اور نہ



لگیں۔ وقت پر تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے دیگر اشیاء کھایا پیہہ کہاں گیا اور وہ برتن بیچ کر اپنی ضرورت پوری کرنے لگا یہ حال اب ادارہ ترقیات کراچی کا ہو گیا ہے۔ سب سے اہم بات جو ادارہ ترقیات کراچی کی جو ہر 3 سے 6 ماہ بعد ڈائریکٹر جنرل ادارہ ترقیات کراچی کی تبدیلی ہے جیسے بڑے اثرات سے پورا کے ڈی اے اور اس کے ملازمین پر پڑ رہے ہیں۔ مگر شاید اس جانب نہ کوئی توجہ دینا

بروقت پنشن دینے والا ادارہ سکٹروں ریٹائرڈ ہونے والے ملازمین کو بروقت پنشن دینے والا ادارہ۔ سکٹروں ریٹائرڈ ہونے والے ملازمین کو بروقت، زر، وظیفہ (گریجویٹ) وقت پر مل جانے والا وظیفہ و مراعات میں تاخیر کا اعث بننے لگیں ہزاروں ریٹائرڈ ملازمین گریجویٹ اور پنشن کیلئے چکر لگنے لگیں۔ میڈیکل کی بندش کے باعث



سید عمران حسین جعفری

وطن پرست لیبر یونین کے سرپرست اعلیٰ سید عمران حسین جعفری نے راقم الحروف کو ادارہ ترقیات کراچی کے حوالے سے موقف دتے ہوئے بتایا کہ ادارہ ترقیات کراچی 2016 میں ہائی کورٹ کے آرڈر کے تحت اپنی پرانی حیثیت اور ساکھ جو آج تک بحال نہیں ہوئی کورٹ آرڈر کے مطابق ادارہ ترقیات کے ساتھ جو ادارے 2016 سے ادارہ ترقیات کا حصہ تھے جو کہ ماسٹر پلان ایم ڈی اے ایل ڈی اے اور ایس بی سی اے سے جو کہ آج تک

کے ڈی اے کو منسلک نہ کیے گئے اور ادارے کے ڈی اے کے لیے اچھی ریکوری جزیٹ کرتے تھے اور جب کورٹ آرڈر کے مطابق یہ ادارے کے ڈی اے کو نہیں ملے تو کے ڈی اے اپنی بقاء کی جنگ خود لڑ رہا ہے اب موجودہ صورتحال یہ ہے کہ ادارہ ترقیات کراچی مکمل سندھ گورنمنٹ کی گرانٹ پر چل رہا ہے سندھ گورنمنٹ کی گرانٹ آتی ہے تو یہاں کے ملازمین کی تنخواہ ہوتی اگر کل سندھ گورنمنٹ اپنی گرانٹ روک لیتا ہے اور کے ڈی اے کو گرانٹ نہیں دیتا تو ادارہ ترقیات آئی سی یو میں چلا جائے گا اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ڈائریکٹر جنرل کے ڈی اے جو صرف اور صرف تین سے 4 ماہ تک اپنے عہدے پر رہتا ہے اور پھر رہے تبدیل کر کے دوسرا ڈی جی بٹھا دیا جاتا ہے اور ایک ایسا ادارہ جو پہلے سے ہی ترقیوں میں ترقی کر رہا ہے اس کے ڈائریکٹر جنرل کی روز بروز تبدیلی ہے مسائل ختم نہیں بلکہ بڑھ رہے ہیں جب تک ڈی جی ادارے کے معاملات سمجھ جاتا ہے تو اسے فوری ٹرانسفر کر کے دوسرا ڈی جی لاکر بٹھا دیا جاتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ معاملات کبھی بہتری کی طرف گامزن ہوں گے۔ 2 سے 3 مہینے پہلے نئے ڈائریکٹر جنرل ادارہ ترقیات کراچی محمد علی شاہ آئے ہیں جنکی کارکردگی کو میں ہیومن رائٹس پوسٹ انٹرنیشنل کے ذریعے سراہتا ہوں کہ انہوں نے کافی حد تک ریکوری کو سہارا دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور جو وہ اب اقدامات کر رہے ہیں انکے نتائج بھی سامنے نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اور انہیں کام کرنے کا موقع دیا جائے گا تو ادارے میں بہتری آ سکتی ہے جیسا کہ انہوں نے ادارے کی سالوں سے بڑی پائپ فیکٹری جو کہ شہر کے تمام اداروں کو پائپ بنا کر سپلائی کرتی تھی اور اس سے ادارہ ترقیات کی ریکوری جزیٹ ہوتی تھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوبارہ شروع ہو گئی ہے اور الحمد للہ اور یقیناً یہ ہے کہ وہ دوبارہ فعال ہوگی جس طرح پہلے تھی تو وہ ادارے کے مفاد میں تو واٹر بورڈ سمیت جتنے ادارے میں تو اگر وہ اس پائپ فیکٹری سے پائپ خریدتے ہیں تو اس سے ادارے کو کافی مستحکم ہونے کا موقع ملے گا اور جس طرح نئے ڈائریکٹر جنرل ادارہ ترقیات کراچی جس طرح اقدامات کر رہے ہیں ابھی آکشن کی صورتحال بن رہی ہے اس کے علاوہ چائنہ کننگ پراور جہاں جہاں قبضہ مافیا کام کر رہی ہیں انہوں نے ایک بڑا آپریشن شروع کیا ہے مجھے اچھی امید ہے اور دعا ہے کہ رب العزت انہیں کامیاب کرے۔ اور اس سے جو الاٹیز زمینیں ہیں وہ انہیں واپس چل رہی ہیں اور آپریشن ابھی جاری ہے ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ اس حوالے سے وطن پرست لیبر یونین اور دیگر یونینز کی جانب سے بھی آواز اٹھانی جاتی رہیں ہیں اور لوگ کورٹ بھی گئے ہیں اور اگر کورٹ آرڈر پر کام ہو جاتا تو آج اور وہ ادارے جو ادارہ ترقیات کراچی کا حصہ تھے تو



محمد عبدالمعروف

کے ڈی اے ایمپلائز یونین ایم کیو ایم پاکستان کے چیئرمین محمد عبدالمعروف نے راقم الحروف کو کے ڈی اے کے بارے میں اپنا موقف دیتے ہوئے کہا کہ شہر کراچی کو بنانے والا ادارہ کے ڈی اے پورے کراچی کا ماسٹر پلان بنانے والا ادارہ آج کھٹول لئے ہوئے سندھ گورنمنٹ کے سامنے بھکاری بنا ہوا ہے ادارہ ترقیات کراچی 2016 میں صوبائی اسمبلی سے ایک بل پاس ہوا اس بل کے اندر یہ بات طے ہوئی کہ ادارہ ترقیات کراچی کو 2002 کی

پوزیشن میں دوبارہ بحال کر دیا جائے لیکن ادارہ ترقیات کراچی ہائی کورٹ کے اس آرڈر کے باوجود پاس نہیں ہوا۔ سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی جو کہ ادارہ ترقیات کا حصہ ہے۔ لیاری ڈیولپمنٹ اتھارٹی ادارہ ترقیات کا حصہ ہے ملیر ڈیولپمنٹ اتھارٹی جو ادارہ ترقیات کا حصہ ہے۔ میر اسوال حکومت سندھ سے ہے، آخری کسی کیا وجہ ہے کہ ہر صوبے میں ایک اتھارٹی سے پنجاب میں ایک اتھارٹی ہے، بلوچستان کی اتھارٹی ہے وہاں ایک اتھارٹی ہے لیکن صوبہ سندھ کے اندر کے اندر ایک اتھارٹی ہے جس کے ٹکٹ کے ٹکڑے کر دیئے گئے ملیر ڈیولپمنٹ اتھارٹی ایک اور لیاری ڈیولپمنٹ اتھارٹی الگ بنا دیا گیا ہے کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کو سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی بنا دیا گیا ہے۔ اس طرح ادارہ ترقیات کی آمدنی کم ہوگی ہے پہلے ادارہ ترقیات میں ماسٹر پلان بھی شامل تھا اب اس کو سندھ ماسٹر پلان بنا دیا گیا۔ کے ڈی اے کی آمدنی صرف وہ علاقے میں اسی وقت کے ڈی اے کی ریکوری صرف روزانہ کی بنیاد پر 50 لاکھ تو کبھی 70 لاکھ ہوتی ہے۔ اس طرح ادارے کی آمدنی ماہانہ تقریباً 14 سے 15 کروڑ ہے اور حکومت سندھ ادارہ ترقیات کراچی کو ہر ماہ گرانٹ دینا ہے۔ 28 کروڑ ہے یہ دوڑوں ملا کر ادارے کی آمدنی 40 سے 42 کروڑ ہوجاتی ہے جس طرح ادارے کی آمدنی ہونی چاہیے اس طرح نہیں ہے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ سندھ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی ہمیں واپس دیا جائے۔ ماسٹر پلان ہمیں واپس دیا جائے اسی طرح ہماری بلڈنگ میں یہ لوگ کرایہ پر رہے ہیں۔ انکے اوپر کروڑوں کے واجبات ہیں جو کے ڈی اے کو ادا نہیں کیے گئے۔

چاہتا ہے نہ دے گا ایک ڈی جی کو 6 ماہ کے اندر اندر تبدیل کرنا کہاں کی دانشمندی ہے جب تک نیا ڈائریکٹر جنرل ادارہ ترقیات کراچی ادارے کے بارے میں ملازمین کے حوالے سے مسائل سمجھنے کی کوشش میں لگتا ہے جب وہ کچھ سمجھنے کی قابل ہوتا ہے تو اسے ہٹا کر دوسرے ڈی جی کو کرسی پر بیٹھا دیا جاتا ہے جب ہم دوسری جانب دیکھتے ہیں تو ادارہ ترقیات کراچی کو سیکورٹی دینے والے ملازمین ورک چارج ملازمین، کنٹریکٹ ملازمین بھی کافی عرصے نکالے جانے کے باعث ملازمین کسم پڑی کی حالت میں ملازمین زندگی کے شب روز کاٹ رہے ہیں۔ اور اس قدر غربت کی زندگی گزار رہے ہیں کہ میں خود کشی کے درپے ہیں

باقاعدگی سے ادا کر رہی ہے اگر سندھ گورنمنٹ یہ باتیں سچ کرتی ہیں لیکر اپنے خاندان کے پیٹ کی بھیک ادارے کو دے تو ملازمین و افران کس کت آگ بجھائیں۔ کوپے میں جائیں گے یا پھر ادارے کے اور





پٹرول بم: عوام ہی نشانہ کیوں؟ حکمراں بھی تو قربانی دیں

حکومت عوام پر پٹرول بم گرانے کے بجائے اپنی شاہ خرچیاں کم کرے

منظر علی

پٹرول بم مصنوعات کی قیمتوں میں ہلکا پھلکا اضافہ ہونے پر جب کسی چینل یا اخبار میں لفظ ”بم“ استعمال ہوتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے ایڈیٹر مبالغہ آرائی سے کام لے رہا۔ مگر اب جبکہ پٹرول نے ذیل سچری بھی عبور کر کے عوام کے پچھلے چھڑا دیے ہیں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ”حکومت نے واقعی پٹرول بم گرا دیا ہے۔“

اس بم میں غریب کی امیدوں کا قتل ہوا ہے اور درمیانے طبقے کے عوام بھی چیخ اٹھے ہیں۔ گاڑی والا موٹر سائیکل پر، موٹر سائیکل سوار، سائیکل لینے لگا اور بیدل گھر بیٹھنے کا سوچ رہا ہے۔ بہر حال جب تک جسم و جاں کا تعلق قائم ہے، پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے، مہنگائی کی آگ پر خون پسینے کے چھڑکاؤ کیلئے کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں تو مارنا پڑتے ہیں اور جہاں تک ہمت ہوئی عوام مارتے رہیں گے۔ مگر چند سوال اقتدار کے مزے لوٹنے والے سابق حکمرانوں اور برسر اقتدار پارٹیوں کے امیر رہنماؤں سے ضرور کرنا پڑیں گے۔

مانا کہ آئی ایم ایف سے معاہدے کے تحت یہ چھری عوام کی گردن پر چلانا ضروری تھی۔ بقول آپ کے آپ عوام کے دکھ درد کو سمجھتے ہیں اور یہ مشکل فیصلے ان ہی کیلئے کر رہے ہیں۔ عوامی خدمت آپ کی پالیسی اور جینا مرنا پاکستان میں ہے۔ اتنا ہی درد

لے لرا لرا آپ لری اقتدار پر جلوہ من ہو چکے ہیں تو پھر اس جہوم کا ہی مزید خون نچوڑنے کے بجائے کچھ نہ کچھ تو اپنا بھی حق ادا کیجئے۔ اگر آپ واقعی کچھ کرنا چاہتے ہیں تو آئیے ہم اللہ کیلئے، عوام سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے۔ یہ شروعات آپ خود کریں گے تو بڑے صنعتکار، فیکٹری مالکان، امیر طبقہ بھی آپ کی تقلید ضرور کرے گا۔ لیکن چونکہ نعرے اور دعوے آپ کے ہیں، آپ لیڈر بننے

کے اجلاس اور دیگر اجلاسوں میں شرکت ضرور کریں مگر حکومت سے ایک روپیہ بھی خرچ نہ کرائیں۔ غیر ضروری بیرونی دورے، جنہیں حکومتی خزانے سے کرنا پڑے، بالکل ترک کر دیں اور جہاں جانا ضروری ہو مختصر وفد تشکیل دے کر فرض پورا کریں۔ سرکاری دفاتر میں اسے سی کا استعمال بند کر دیں اور ذاتی تشہیر کیلئے اخبارات، ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر پیسے کا ضیاع بند کر دیں۔



پٹرول بم گرانے کے بعد جو مفتاح اسماعیل فرما رہے تھے کہ وہ ابھی بھی 8 روپے کی سسڈی دے رہے ہیں، ان سے گزارش ہے کہ یہ سسڈی بھی رہنے دیجئے اور پٹرول مزید مہنگا کر لیجئے، مگر خدارا اگر عوام کا واقعی درد ہے تو ذاتی خرچے حکومتی خزانے سے فوری بند کر دیں۔ تحریک انصاف، مسلم لیگ نون، پیپلز پارٹی، جمعیت علمائے اسلام، ق لیگ سمیت تمام

ہیں تو پھر حق بھی آپ ہی کو پہلے ادا کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے تمام ارکان اسمبلی حکومتی خزانے سے ملنے والی تنخواہ رضا کارانہ طور پر لینے سے انکار کر دیں۔ بطور ارکان اسمبلی حکومتی خزانے سے ملنے والی تمام قسم کی مراعات سے معذرت کر لیں۔ سیکورٹی کے نام پر پروٹوکول نہ لیں اور سیکورٹی اداروں کو الہکار واپس کر کے ذاتی سیکورٹی کا بندوبست کریں۔ قومی و صوبائی اسمبلیوں، سینیٹ

جماعتوں کے رہنما اپنے اپنے علائقوں میں مفت دسترخوان لگائیں۔ گھروں میں راشن پہنچائیں۔ پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹیز مالکان اپنی اپنی سوسائٹیز میں کم آمدن افراد کے اخراجات اٹھائیں۔ پرائیویٹ اسکولوں کے مالکان بچوں کی فیسیں آدھی کر دیں اور پرائیویٹ اسپتال علاج کے اخراجات میں پچاس فیصد رعایت دینا شروع کر دیں۔ مزید یہ بھی کر سکتے ہیں اعلیٰ سرکاری افسران اپنی تنخواہ کو رضا کارانہ طور پر مہنگائی کم ہونے تک کٹ گوائیں۔

نعروں کو حقیقت میں بدلنے اور حقیقی تبدیلی کیلئے تبدیلی کا آغاز اپنی ذات سے کیجئے۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے جو کہ ایک خواب ہی ہے تو پھر ہمیں بھی یقین آجائے گا کہ آپ واقعی عوام کی تکلیف کو سمجھتے ہیں اور ان کیلئے عملی طور پر کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ ورنہ تو پھر وسعت اللہ خان سے منسوب ایک ٹویٹ ہی سب منظر کو واضح کر رہی ہے کہ

”عام آدمی اشرافیہ کی گدھا سواری ہے، جس کے ماتھے پر سنہری مستقبل کی گاجریسے لٹکانی گئی ہے کہ گدھا سہی سمجھتا رہے کہ بس اب دانتوں کی گرفت میں آئی کہ تب آئی۔ یہ گدھا صابون سے اسی گاجر کی توقع پر بھاگے چلا جا رہا ہے اور سوار بھی نسل در نسل وہی ہے۔“



عامر لیاقت حسین

ایک باصلاحیت شخص کا دردناک انجام

شیخ لیاقت کے دونوں بیٹوں کا انتقال بڑی عجیب حالت میں ہوا۔

حکومت میں وفاقی وزیر مذہبی امور منتخب کیا گیا، اس وقت یہ کراچی سے ایم کیو ایم کی نشست پر الیکشن جیت کر آئے تھے۔

پھر وقت گزرتا گیا، شہرت کی دیوی عامر لیاقت حسین پر ہرمان ہوئی اور وہ اس کا بوجھ نہیں سہار سکے۔ ان سے کیے بعد دیگرے فاش غلطیاں ہوئیں، ٹی وی شو میں ان کے کیسرے کے پیچھے ریکارڈ ہونے والے کلپس سوشل میڈیا کی زینت بنے۔ لیکن چونکہ وہ اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ریٹنگ کی اس دوڑ میں ٹی وی جیتلو کی ضرورت بن چکے لہذا انہیں ہر جگہ ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا۔

پاکستان میں عامر لیاقت حسین نے رمضان ٹرانسمیشن کا ایک نیا انداز شروع کیا اور ٹی وی جیتلو پر ریٹنگ میں جھنڈے گاڑ دیئے، ان کے پروگرام سب سے زیادہ دیکھے جاتے اور چینل اربوں روپے کماتا، خود عامر لیاقت کروڑوں میں کھیلتے۔ میرے خیال میں ان کے کیریئر کی اس کامیابی نے ان کا دماغ خراب کر دیا۔ خرابی کا آغاز ہوا اور پھر عامر لیاقت کبھی سنہل نہیں سکے۔

سیاسی طور پر الطاف حسین کو چھپن سے پسند کرنے والے عامر لیاقت نے 2016 میں الطاف حسین کی جانب سے کی جانے والی تقریر کے بعد فاروق ستار اور سرین جلیل کے ساتھ جلی پریس کانفرنس کی اور ایم کیو ایم کو آگے لے کر چلنے کا عندیہ دیا، لیکن دو

کالم پاکستان میں ریاستی جبر کے حوالے سے سیاستدانوں اور اسٹیبلشمنٹ پر طنز و مزاح لکھنے کا سلسلہ تھا، جس میں عامر لیاقت حسین کھل کر تنقید کیا لائن "میں نظر آئے۔ اس پروگرام کو بے انتہا شہرت

پاکستان میں عامر لیاقت حسین نے رمضان ٹرانسمیشن کا ایک نیا انداز شروع کیا اور ٹی وی جیتلو پر ریٹنگ میں جھنڈے گاڑ دیئے، ان کے پروگرام سب سے زیادہ دیکھے جاتے اور چینل اربوں روپے کماتا، خود عامر لیاقت کروڑوں میں کھیلتے۔ میرے خیال میں ان کے کیریئر کی اس کامیابی نے ان کا دماغ خراب کر دیا۔ خرابی کا آغاز ہوا اور پھر عامر لیاقت کبھی سنہل نہیں سکے۔

کرتے تھے۔ بعد ازاں جنگ اخبار میں "لاؤڈ ٹی۔ یوں عامر لیاقت عالمی سطح پر مشہور ہوئے۔ اسپیکر " کے نام سے کالم لکھتے رہے۔ زائدہ سیاسی طور پر نوے کی دہائی سے ہی عامر لیاقت



طالبعلمی سے ہی یہ نوجوان بلا کا ذہین اور حاضر جواب تھا۔ حسین نظریاتی طور پر ایم کیو ایم اور الطاف حسین سے وابستہ رہے۔ اور آخر کار انہیں مشرف کے دور

محمد یاز خان

بڑے بیٹے عمران لیاقت حسین ایران سے مذہبی تعلیم حاصل کر کے پاکستان آئے اور اندرون سندھ میں اپنا مذہبی دائرہ بڑھایا، کچھ عرصہ خبروں کی زینت بنے لیکن ان پر کبھی بھی کھل کر لکھا نہیں گیا، عمران لیاقت حسین مذہبی طور پر ایک مخصوص حلقے میں شدید متنازعہ رہے، اپنے نام کے ساتھ آیت اللہ لگاتے تھے اور ان کے ماننے والوں کی اچھی خاصی تعداد سندھ میں ان کے ساتھ رہی۔ یہ بھی سننے میں آیا کہ وہ ایران میں کافی عرصہ کسی جرم میں گرفتار بھی رہے اور اس کے بعد سزا پوری ہوئی تو پاکستان واپس آ گئے۔ پھر ایک روز چانک خبر ملی کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اپنے چھوٹے بھائی عامر لیاقت کے ساتھ ان کے تعلقات کبھی بھی اچھے نہیں رہے۔

شیخ لیاقت کے چھوٹے بیٹے عامر لیاقت حسین نوے کی دہائی میں پاکستان ڈیپٹ کونسل کے چیئرمین رہے، پاکستان کے بیسٹ ڈیپٹریٹ کا ایوارڈ کئی مرتبہ حاصل کیا۔ نوے کی دہائی میں جب کراچی میں جعلی پولیس مقابلوں کا دور دورہ تھا اور حالات بہت خراب تھے عامر لیاقت کو شہر میں اس وقت مقبولیت حاصل ہوئی جب نوجوان عامر لیاقت نے پرچم اخبار میں "خبروں پر عامری جادوگر کا تبصرہ" کے نام سے کالم لکھنا شروع کیا۔ یہ

ڈاکٹر عامر لیاقت کی اچانک موت کا سبق

ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کی زندگی جتنی غیر معمولی تھی، ان کی اچانک موت کی اطلاع بھی اتنی ہی غیر معمولی ہے۔ میڈیکل سائنس کی ترقی کے اس دور میں پچاس برس کی عمر ایسی کہاں ہوتی ہے کہ اس میں کسی کی موت اور اس طرح اچانک موت کی توقع کی جائے۔ مگر خدا کا فیصلہ ان کے لیے آگیا۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو جلد یا بدیر ہم میں سے ہر شخص کے لیے آتا ہے، مگر ہم ایسے ہر خدائی فیصلے کو دوسروں تک محدود سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا وقت بہت دور ہے۔

کسی مشہور آدمی کی اس طرح اچانک موت کا سب سے اہم اور بنیادی سبق یہ ہوتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ دیکھے کہ اگر مرنے والے کی جگہ وہ خود ہوتا تو خدا کے ہاں کس حال میں پیش ہوتا۔ وہ اپنی زندگی کی ایک ایک غفلت کا شکار کرے۔ وہ صفحہ زندگی کے ہر ورق پر گناہوں کی سیاتی کو تلاش کر کے اسے اپنے آنسوؤں سے مٹائے۔ اپنی خامیوں کو ڈھونڈ کر انھیں شخصیت سے دور کرنے کا عزم کرے۔ اور آخر میں اپنے رب کا شکر ادا کرے کہ ابھی اس کی سانس چل رہی ہے اور ابھی اعمال کو بہتر بنانے، توبہ اور رجوع کرنے کا موقع باقی ہے۔ پھر سچے دل سے توبہ کر کے ایک نئی زندگی گزارنے کا عزم کرے۔

مگر بد قسمتی سے ہم میں سے ہر شخص دوسروں کی موت پر اظہار افسوس کو اپنی دیداری کی آخری انتہا سمجھتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی کی موت کی اطلاع پر بیٹی دیداری کا تقاضا ہے کہ انسان ایک نیا انسان بننے کا عزم کرے۔ وہ قرآن کھول کر اس میں وہ معیارات ڈھونڈے جن پر پورا اترنے والوں کے لیے نجات کا وعدہ ہے۔ پھر ان کو زندگی بنانے کی جدوجہد کرے۔

جو شخص یہ کرے گا، اس کے لیے جنت کی فلاح کا انجام مقدر ہے۔ باقی جو لوگ آج دوسروں پر افسوس کر رہے ہیں وہ کل روز قیامت خود پر افسوس کریں گے کہ انھوں نے دوسروں کی اچانک موت سے ملنے والی نصیحت بھی ضائع کر دی۔

روز بعد ہی وسم بادامی کے ایک پروگرام کے دوران ان کو ایک پراسرار کال ریسیو ہوئی اور انہوں نے سیاست سے علیحدگی کا اچانک اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے بعد انہوں نے اپنے بچپن کے پسندیدہ لیڈر الطاف حسین اور ان کی سیاسی جماعت ایم کیو ایم کے خلاف ٹی وی کے پروگرامز کیے، ہرزہ سرائی کی اور پھر ان کا وہن ایسا بگڑا کی شرفاء نے ان کو دیکھنا اور سننا ہی بند کر دیا۔ وہ ریاست کی پروپیگنڈا مشین کا حصہ بن گئے اور پھر انہیں کبھی اندازہ ہی نہیں ہوا کہ عوام میں کس حد تک



ناپسندیدہ ہو گئے ہیں۔ دو ہزار اٹھارہ کے انتخابات میں عمران خان کی لہر آئی تو وہ اس لہر میں بہتے چلے گئے، ان تین برسوں

انکیشن میں کامیاب ہو کر قومی اسمبلی میں تحریک انصاف کے رکن قرار پائے۔ تحریک انصاف کراچی کی قیادت جس میں علی

حسن الطاف حسین کی تعریفیں کرنا شروع کر دیں۔ ان کے اس رویے نے انہیں اور رسوا کر دیا۔ نیل گول کے ساتھ ان کی گفتگو اور پھر کئی وڈیوز میں وہ



الطاف حسین کی طرف واپس جانے کے اشارے دیتے نظر آئے۔ اسی دوران ان کی تیسری اہلیہ نے انکو رسوا کر کے سر بازار برہنہ کر ڈالا۔ یہ تکلیف عامر لیاقت کے لئے شاید زندگی کی سب سے بڑی تکلیف تھی۔ انہوں نے ایک بیان دیا کہ میں اب ہمیشہ کے لئے یہ ملک چھوڑ دوں گا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ملک چھوڑنے سے پہلے عمران خان اور فواد چوہدری کو بے نقاب کر دوں گا جنہوں نے میرا گھر اجاڑا۔

عامر لیاقت اپنے گھر میں آج مردہ پائے گئے۔ ہسپتال لے جانے پر ڈاکٹرز نے ان کی موت کی تصدیق کر دی۔ عامر لیاقت حسین، عمران خان اور فواد چوہدری کو بے نقاب نہیں کر سکے۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ وہ اگر ان کے بارے میں کوئی انکشاف کر بھی دیتے تو اس پر کون یقین کر لیتا۔ ان کا خاموش رہنا بہتر ہوتا اور آخر کار وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

یہ کراچی کا بہت باصلاحیت نوجوان تھا، جس کا بلا کا حافظ تھا اور جو حاضر جوابی میں اپنی مثال آپ تھا، عامر لیاقت جب تقریری مقابلوں میں فی البدیہہ تقریر کرتا تو مجمع پر سکتہ طاری ہو جاتا تھا، لوگ مہبوت ہو کر اسے سنتے رہتے اور تقریر کے اختتام پر دیر تک تالیاں بجاتی رہتیں، یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ عامر لیاقت سے زمانہ طالب علمی سے واقفیت رہی کراچی کے دوسرے مقرر دستوں میں عامر لیاقت ہمیشہ نمبروں ہوتا تھا۔

شیخ لیاقت کے چھوٹے بیٹے کی موت بھی پراسرار حالت میں ہوئی، عامر لیاقت آج ہم میں نہیں، انہوں نے جو کچھ اس دنیا میں کیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے۔ اور ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

زیدی، عمران اسماعیل اور فیصل واڈو شامل تھے، ان سے عامر لیاقت حسین کی پہلے دن سے نہیں بنی، عمران خان نے عامر لیاقت حسین کو عضوئے معطل بنائے رکھا، کاہینہ میں کوئی حصہ نہیں دیا اور کبھی اہمیت نہیں دی، چونکہ اسمبلی شیڈولت عمران خان کے ساتھ تھی تو عامر لیاقت حسین اس دوران خون کا گھونٹ پی کر خاموش رہے، لیکن کبھی کبھی لب کشائی ضرور کرتے۔ کبھی تحریک انصاف چھوڑنے کی بات کرتے تو کبھی عمران خان کی تعریفوں کے پل باندھتے۔

اس دوران میڈیا میں وہ انتہائی متنازعہ شخصیت کے

میڈیا میں وہ انتہائی متنازعہ شخصیت کے طور پر سامنے رہے، اب ٹی وی چینلوں نے ان کو وہ اہمیت دینی بند کر دی تھی جو کبھی ان کا خاصہ رہی تھی۔ وہ سیاسی طور پر تہمتا تھے اور فرسٹریشن کا شکار تھے۔ فرسٹریشن کے انہی دنوں میں انہیں نے اپنی پہلی بیوی اور اپنے بچوں کی ماں کو طلاق دے دی (یہ انکی ایک اور بڑی غلطی تھی) اس طلاق کے بعد عامر لیاقت حسین سنبھل نہ سکے

عمران خان کے لئے چٹا گیا، عمران خان سے جا کر طور پر سامنے رہے، اب ٹی وی چینلوں نے ان کو وہ اہمیت دینی بند کر دی تھی جو کبھی ان کا خاصہ رہی تھی۔ وہ سیاسی طور پر تہمتا تھے اور فرسٹریشن کا شکار تھے۔ فرسٹریشن کے انہی دنوں میں انہیں نے اپنی پہلی بیوی اور اپنے بچوں کی ماں کو طلاق دے دی (یہ انکی ایک اور بڑی غلطی تھی) اس طلاق کے بعد عامر لیاقت حسین سنبھل نہ سکے۔ دوسری شادی شوبز کی حسین لڑکی سے کی وہ ناکام ہوئی، پھر کچھ ہی عرصے بعد وہ اپنی کم عمر تیسری بیوی کے ساتھ نظر آئے اور خبروں کی زینت بن گئے۔ اس کے بعد جو ہوا وہ یہاں لکھنا قطعاً ضروری نہیں۔ اسمبلی شیڈولت نے عمران خان کے سر سے ہاتھ ہٹھایا تو عامر لیاقت نے کھل کر عمران خان اور تحریک انصاف پر تنقید کی اور دوبارہ اپنے بچپن کے لیڈر اور

بنی گالا میں ملاقات کی اور پی ٹی آئی میں شامل ہو گئے۔ دو ہزار اٹھارہ کے انتخابات میں کراچی شہر میں بدترین دھاندلی ہوئی اور ان دھاندلی زدہ



یرغمال عوام

تحریر: آفاق احمد صدیقی

بین الاقوامی شہر کراچی کسی سونے کی چڑیا کے مانند سے تو یہاں کے باسی سونے کے انڈے سے کم نہیں جو سوئی سے لے کر لکڑی کا روں پر ٹیکس دینے کے باوجود یہاں کے عوام پانی بجلی گیس وغیرہ بلدیاتی نظام سے محروم ہیں۔ تا حال کراچی کے عوام بنیادی بلدیاتی مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔ سڑکوں کی جگہ بڑے بڑے گڑھوں نے لے لی۔ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ نہ ہونے کے برابر منی بس اور چنگ رکشوں کے ڈرائیور اور مالکان کے ہاتھوں عوام یرغمال۔ پانی کی عدم دستیابی کے باعث عوام ٹینکر مافیا کے ہاتھوں یرغمال۔ سوئی سدرن گیس کمپنی کی نااہلی کے باعث عوام سلیوٹر مافیا کے ہاتھوں یرغمال۔ بجلی کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے عوام جرنیل اور یو پی ایس مافیا کے ہاتھوں یرغمال۔ یہاں تک کے کراچی کے ٹیکس دینے والے شہری ہر اس ادارے اور نجی اداروں کے ہاتھوں یرغمال ہیں جن سے عوام بنیادی سہولیات زندگی حاصل کر رہے ہیں۔ اب تو صورتحال اس نہج پر آچکی ہے کہ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ و طالبات جس سرکاری اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہی سچے اسکول کے اوقات کے بعد اسکول میں تعلیم دینے والے اساتذہ کے ہاتھوں

یرغمال۔ گورنمنٹ اسپتال میں علاج کے عرض سے آنے والے شہری ڈاکٹروں ہاتھوں یرغمال۔ راتم الحروف کے کہنے کا مقصد ہے کہ گورنمنٹ اداروں میں کام کرنے والے یا اداروں کی باگ ڈور جن کے ہاتھ میں وہی لوگ مثال کے طور پر کراچی وائر اینڈ سیوریج بورڈ کے کرتا دھرتا پانی کا مصنوعی بحران

میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہاں کے قابل احترام و محترم اساتذہ نے اپنے پرائیوٹ ٹیوشن سینٹرز کھولے ہوتے ہیں۔ وہ انہی طالبہ طالبات کو اپنے کوچنگ سینٹرز میں پرہنے کی ترغیب دیتے ہوئے ان والدین کا بیسہ اپنے ٹیوشن سینٹرز میں منتقل کر کے ان سے علیحدہ فیسیز اور گورنمنٹ سے تنخواہ بھی

گورنمنٹ اسپتال میں علاج کے عرض سے آنے والے شہری ڈاکٹروں ہاتھوں یرغمال۔ راتم الحروف کے کہنے کا مقصد ہے کہ گورنمنٹ اداروں میں کام کرنے والے یا اداروں کی باگ ڈور جن کے ہاتھ میں وہی لوگ مثال کے طور پر کراچی وائر اینڈ سیوریج بورڈ کے کرتا دھرتا پانی کا مصنوعی بحران پیدا کر کے عوام کو ٹینکر کے مافیا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خود چین کی بانسری بجا رہے ہیں

وصول کر رہے ہیں اور یہاں تک کے قابل احترام اساتذہ سے تو اپنے پرائیوٹ اسکولز کھول کر گورنمنٹ اسکولز سے طلبہ و طالبات اپنی نجی اداروں میں داخلہ لینے پر ذمہ داری پر تیار کر کے اپنے نجی تعلیمی ادارے میں داخل کراتے ہیں۔ اس طرح اگر ہم گورنمنٹ اسپتالوں کی بات کرتے ہیں تو میسا وہ مریضوں کا علاج دلچسپی سے نہیں کرتے اور ان مریضوں کو مختلف بہانوں سے تنگ کرتے ہیں۔ اور اپنے پرائیوٹ اسپتال اور نجی کلینک پر آنے کا مشورہ اسے یرغمال بنا کر اپنے کلینک پر اسکا علاج کرتے

پیدا کر کے عوام کو ٹینکر کے مافیا کے رحم و کرم پر چھوڑ کر خود چین کی بانسری بجا رہے ہیں۔ حالانکہ لوگ پانی کے بل کی ادائیگی اور پانی کی موٹر سے پانی کھینچ کر بجلی کی مد میں لاکھوں کے بل کے الیکٹریک کو دے رہے ہیں۔ مگر پھر بھی پانی ان کے گھروں کی دلہیز پر نہیں مل رہا اور یہ عوام جو لاکھوں روپے ٹیکس حکومت کو دیتے ہیں خود ہی اپنے بجٹ سے پانی جیسی بنیادی ضروریات زندگی ہزاروں روپے سے خرید کر پنی رہے ہیں۔ مگر شرم ان کو نہیں کرتی اس طرح ہمارے طلبہ و طالبات جن گورنمنٹ اسکولز

میں مریض مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور یہ ہی مریض اسی کے ہاتھوں یرغمال ہو کر لاکھوں روپے اے دے کر خوشی خوشی دعائیں دیتا صحت یاب ہو کر چلا جاتا ہے اور گورنمنٹ اسپتال پر لعنت بھیجتا ہے اور گورنمنٹ اداروں سے ٹھیک ٹھاک تنخواہ لے کر کام نہ کرنے والے خواہ وہ ادارہ کوئی بھی ہو۔ کراچی وائر اینڈ سیوریج بورڈ، گورنمنٹ اسپتال، گورنمنٹ اسکول، گیس فراہمی کرنے والی سہولیات فراہم کرنے والے دیگر اداروں کے کرتا دھرتاوں نے گورنمنٹ اداروں میں کام نہ کرنے اور مصنوعی بحران پیدا کر کے اداروں کا چہرہ مسخ کر دیا اور کسی بھی سہولیات دینے سے گیزاں رہتے ہیں حالانکہ گورنمنٹ نے ہر جگہ چاہیے وہ کوئی سا بھی ادارہ ہو وہاں عوام کو مفت سہولیات فراہم کرنی ہے مگر ادارے میں کام کرنے والوں ان گورنمنٹ اداروں میں مصنوعی بحران پیدا کر کے عوام کو گورنمنٹ اداروں سے بد زن کر کے اپنے نجی اداروں میں وہی لوگ محنت کر کے عوام کے صدمہ درد بن کر ان سے لاکھوں روپے بنور رہے ہیں اور گورنمنٹ سے علیحدہ تنخواہ اور دیگر مراعات بھی حاصل کر رہے ہیں۔ آخر انکا احتساب کون کرے گا ان عوام یرغمال مافیا کا؟



5 جون کو عالمی یوم ماحولیات

WORLD ENVIRONMENT DAY JUNE 5

پاکستان کے ماحولیاتی مسائل اور ان کا حل!

الارض، سمندروں، ندیوں، تالابوں پر منحصر ہے۔ اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام (UNEP) نے اپنی ایک رپورٹ میں انسانی آبادی میں بے ہنگم اضافے، دنیا میں ماحولیاتی تبدیلیوں سے معدوم ہوتے جانوروں اور نباتات، آلودہ فضا اور پانی کی کمی کو انسانی آبادی کے لیے سنگین خطرہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا میں فضائی آلودگی سے ہر سال 70 لاکھ افراد کی موت ہو رہی ہے اور اس سے معاشرے کو 50 کھرب ڈالر سالانہ کا نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔

اس کے باوجود انسان اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ انسانی زندگی کی بقاء، ترقی اور ادارہ دار ماحولیات کی تحفظ پر منحصر ہے۔ ایسے میں ماحول اور انسان کے تعلق کے لیے صرف ایک دن مختص کرنا نا انسانی ہے۔ دنیا بھر میں ماحولیات کے تحفظ کے لیے 5 جون کو عالمی یوم ماحولیات منایا جاتا ہے، اس دن کو منانے کا فیصلہ آج سے ٹھیک 50 سال پہلے 15 دسمبر 1972 کو کیا گیا۔

اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی اجلاس میں ہونے والے فیصلے کے دو سال بعد 1974ء میں پہلی بار 5 جون کو عالمی سطح پر یوم ماحولیات منانے کا آغاز ہوا جسے 'ایک کرہ ارض' یعنی (One Earth) کے عنوان سے منایا گیا۔ پاکستان جنوبی ایشیا کا وہ خوش قسمت ترین ملک ہے

ہوئے ان وسائل کا بے دریغ استعمال کیا تو فطرت نے بھی رد عمل ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت دنیا بھر کی فضا زہریلی ہو چکی اور پانی بدبودار ہونے کے ساتھ ساتھ آبی جنگ کو بھی دعوت دے رہا ہے۔ ان تمام مسائل کے سبب انسانوں سمیت جانوروں کو بھی مختلف مشکلات درپیش ہیں۔ اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا



جاسکتا کہ ماحولیاتی، فضائی و آبی آلودگی انسانوں سمیت حیوانات اور نباتات کے لیے بہت سنگین صورت حال اختیار کر چکی ہے اور انسانی زندگی کی بقاء ہوا، پانی کے ساتھ ساتھ لاتعداد اقسام کے جنگلوں، پودوں، جانوروں، پرندوں، حشرات

نہایت کثیف بنا دیا۔ چشمے سوکھتے گئے، دریا اور سمندر آلودہ تر ہوتے جا رہے ہیں۔ بہت سے چرند و پرند نایاب ہوتے جا رہے ہیں اور جو کثرت میں ہیں وہ پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ رب کائنات نے زمین کو سرسبز و شاداب جنگلات، دریاؤں، سمندروں، پہاڑوں اور دیگر قدرتی

وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن بنی نوع انسان نے اپنی کارستانیوں کی وجہ سے قدرت کے ماحول کو آلودہ کر رکھا ہے اور جب اس خود غرض انسان نے اپنے آرام کی خاطر قدرت کے بنائے ہوئے خوبصورت نظام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کرتے

کامران سرور/ زین
پاکستان کا شمار دنیا کے ان چند ملک میں ہوتا ہے جو موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے سب سے خطرناک مقام پر موجود ہیں۔ ہم نے اپنی دھرتی ماں کا کبھی سنجیدگی سے خیال نہیں رکھا۔ قدرت نے ہمیں دکھا دیا کہ یہ ہمارے لیے کتنا بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ تیز رفتار ترقی، تعبیر زمانہ اور سائنسی انقلاب نے ہمیں نیچر (قدرت) سے بہت دور یہاں تک کہ تباہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔ ہم نے اپنی ضرورتوں کو بیخوشا طول دیا اور عیش و آرام حاصل کرنے کے پیچھے اپنے ماحول کو اتنا آلودہ کر دیا ہے کہ ہر طرف سے قدرتی آفات ہمارے سر پر منڈلانے لگی ہیں۔ قدرتی وسائل کے بے دریغ استعمال سے اب ان وسائل کی قلت کا شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

بغیر منصوبہ بندی کے ہم نے آبادی میں اضافہ کیا اور یوں ہماری ضروریات بڑھتی چلی گئیں۔ جنگلات کے بے دریغ کٹاؤ سے بارشیں کم ہوتی گئیں اور ماحول آلودہ ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ قحط سالی میں بھی اضافے کا باعث بنا۔ آبادی کی ضروریات پوری کرنے کیلئے قیمتی زرعی زمینوں پر ہم رہائشی مکانات اور کاروباری مراکز بناتے چلے گئے۔ یعنی شہروں اور دیہات کو وسعت دی اور یوں زمین کا قدرتی سبز ختم ہوتا جا رہا ہے۔ ہواؤں کو لطیف سے

ہوا ہے جس سے موجودہ دنیا اور آنے والی نسلوں کو بھی خطرہ ہے۔

انوار مغل پرپنکشن انجینس (سیپا) کے

سے تربیتی ورکشاپ منعقد کی گئی۔

اس موقع پر ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ (ڈبلیو ڈبلیو ایف) پاکستان کے ریجنل ہیڈ و ماہر ماحولیات

گئی کہ فطرت اور انسان کا رشتہ از سر نو مضبوط اور پائیدار ہو سکے گا۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم عمران خان کی جانب

سے قدرت نے حسین وادیاں، اونچے گھساروں، سمندر، ریگستانوں اور وسیع و عریض میدانی خطوں سے نوازا ہے لیکن اس وقت پاکستان سمیت دنیا بھر کے ممالک کو قدرتی وسائل کی بے پناہ کمی کا سامنا ہے اور خاص طور پر پاکستان بقیعہ مومن سون، تیزی سے گلیشیرز پگھلنے، سیلاب اور خشک سالی جیسے غیر مستحکم واقعات سے بھی متاثر ہے جس کے باعث ہمارا خوبصورت ملک بدترین ماحولیاتی آلودگی کا شکار ہے جس سے نہ صرف معیشت بلکہ شہریوں کی صحت بھی نری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

دنیا بھر میں ماحولیاتی آلودگی میں تیزی سے اضافے کے سبب درجہ حرارت بھی مسلسل بڑھ رہا ہے اور ایسے میں سیکڑوں اقسام کے جانور معدوم ہوتے جا رہے ہیں، دوسری جانب اشرافیہ کے چند فیصلوں کی بدولت، باغات کا شہر لاہور درختوں سے خالی ہو کر 'سوگ ٹریپ'، کراچی 'ہیٹ ٹریپ' اور اسلام آباد 'پلوشن ٹریپ' بنا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود پاکستان کی جانب سے اٹھائے گئے حالیہ چند اقدامات قابل تحسین ہیں۔

موسمیاتی خطروں سے نبرد آزما ممالک میں شامل ہونے کے باوجود پاکستان مسلسل بہتری کی جانب گامزن ہے اور گزشتہ سال پاکستان کے ماحول دوست اقدامات کا عالمی سطح پر اعتراف بھی کیا گیا جس کے باعث پاکستان کو گزشتہ سال عالمی یوم



سے 2019ء میں 'میلین ٹری

منصوبے' کا آغاز کیا گیا جس کے

تحت ملک بھر میں 10 ارب درخت

لگانے کا دعویٰ کیا گیا اور اس کے لیے

حکومت کی جانب سے ملک بھر میں

نرسریاں بھی قائم کی گئیں اور اس

منصوبے میں خواتین پیش پیش رہیں

جنہوں نے ملک کے مختلف حصوں

میں نرسریاں قائم کر کے حکومت کے

10 ارب درختوں کی شجرکاری مہم

میں اپنا حصہ ڈالا۔

بعد ازاں اقوام متحدہ کے ماحولیاتی

پروگرام کی ایک رپورٹ میں پاکستان کے 'میلین ٹری

منصوبے' کو سراہتے ہوئے کہا تھا کہ ہم تاریخ کے

اس موڑ پر ہیں جہاں ہمیں کام کرنے کی ضرورت

ہے، پاکستان اس عہد پر عالمی کوششوں کی قیادت

کر رہا ہے اور پاکستان نے اس منصوبے کے تحت

2019ء اور دسمبر 2021ء کے درمیان تقریباً

10 ہزار مقامات پر 13 لاکھ 60 ہزار ایکڑ رقبے پر

1.42 ارب درخت لگائے۔ اس کے علاوہ

پاکستان میں توانائی، درختوں کی شجرکاری، برقی

ڈاکٹر طاہر نے کہا کہ پاکستان قدرتی وسائل سے

مالا مال ہے اور یہاں مختلف انواع و اقسام کے پتھر

ڈائریکٹر جنرل سندھ نیم مغل نے پاکستان کے

سب سے بڑے تجارتی شہر کراچی کی بات کرتے

پاکستان میں اب بھی مہملو کے 118، پرندوں کے 666، ریگنے والے جانوروں کے 170

اور کیڑے کوڑوں کی 20 ہزار اقسام کے علاوہ لاتعداد چرند پرند موجود ہیں۔ انہوں نے کہا

کہ ماحولیاتی آلودگی کے باعث قطب شمالی و جنوبی میں موجود متعدد گلیشیر تیزی سے پگھل

رہے ہیں جس سے سمندری طوفان کے شدید خطرات لاحق ہیں۔

پودے اور سینٹیل ایشیا کے ممالک سمیت دنیا بھر

سے آنے والے جانور ہیں جو

ماحولیاتی مسائل، آبادی میں

اضافے اور شکار کے باعث

نایاب ہو چکے ہیں اور جو باقی

بچ گئے ہیں ان کی حفاظت کے

لیے کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔

پاکستان میں اب بھی مہملو کے

118، پرندوں کے 666،

ریگنے والے جانوروں کے

170 اور کیڑے کوڑوں کی

20 ہزار اقسام کے علاوہ

لاتعداد چرند پرند موجود ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ماحولیاتی

آلودگی کے باعث قطب شمالی و جنوبی میں موجود

متعدد گلیشیر تیزی سے پگھل رہے ہیں جس سے

سمندری طوفان کے شدید خطرات لاحق ہیں۔

گرین ہاؤس گیسز سے ماحول کو مسلسل پگھلنے والے

نقصانات کے باعث پاکستان سمیت دنیا بھر میں

زلزلے، طوفان اور دیگر قدرتی آفات میں اضافہ



معروف ماہر ماحولیات رفیع الحق نے کہا کہ ملک بھر

میں شدید گرمی کی لہر ہے، غیر معمولی بارشیں اور

سیلاب جیسی قدرتی آفات موسمیاتی تغیرات کا نتیجہ

ہیں لیکن اب ماحولیاتی تبدیلی وقت کی ضرورت بن

چکی ہے لہذا ماحولیات کو ایک الگ مضمون کے طور

پر نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے تاکہ ہم اپنے

بچوں کو فطرت کے تحفظ کا شعور دے سکیں۔

ماہرین کے مطابق گرین بائسز کیوں کیا خرچ کی

گاڑیوں گرین انرجی کے حالیہ منصوبے بھی دنیا کی

توجہ حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

پاکستان میں ہر سال 5 جون کو ماحولیاتی تبدیلی کے

حوالے سے مختلف سینما راز اور ورکشاپس کا انعقاد کیا

جاتا ہے، اسی سلسلے میں دو روز قبل کراچی پریس

کلب، گرین میڈیا انیشیٹیو اور سیپا کے زیر اہتمام

'ماحولیاتی تبدیلی اور میڈیا کا کردار' کے موضوع

ماحولیات کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا جس کا

عنوان 'ماحولیاتی نظام کی بحالی رکھا گیا تھا اور اس

حوالے سے اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام

(UNEP) کی جانب سے سالانہ 10 برسوں کو

'ماحولیاتی نظام کی بحالی کی دہائی' (Decade

Restoration Ecosystem on

2021-2030) قرار دیا گیا اور یہ امید ظاہر کی

طبعی، کیمیائی اور حیاتیاتی ہر طرح کے اوصاف شامل ہیں جو انسانی زندگی کے ساتھ صنعتی ترقی، طرز رہائش اور تہذیبی سرمائے کو انتہائی نقصان کی

دماغ نہیں، اچھے برے کی تیز نہیں اور اپنی آنے والی نسلوں کی بقا کی فکر نہیں۔ مستقبل کی تیاری



ماحولیاتی آلودگی کی صورت میں جو نقصان ہونا تھا، وہ ہو چکا۔ گزرے زمانے کو ہم دوبارہ پیچھے کی جانب نہیں لے جاسکتے، تاہم! مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی کر کے ابھی تک جو وسائل سر دست موجود ہیں انہیں اور اپنے ماحول کو بچا سکتے ہیں۔ مگر کیسے؟ یہاں چند سفارشات سپردِ قرطاس کی جاتی ہیں۔

1- ہمیں جنگلات اور درختوں کی بے جا کٹائی کو ہر

ہمیں جنگلات اور درختوں کی بے جا کٹائی کو ہر قیمت پر روکنا ہوگا۔ اگر اس کٹاؤ کو نہ روکا گیا تو پتی نوع انسان کے حالات مشکل سے مشکل تر ہوتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنی بقا کی جنگ بھی ہار جائے گا۔ ہمیں ہر سال لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کے حساب سے نئے درخت لگانے ہوں گے تاکہ موجودہ جنگلات میں اضافے کے ساتھ ساتھ نئے جنگلات اور باغات بھی وجود میں آسکیں۔ یہ درخت درج حرارت میں کمی، آکسیجن مہیا کرنے اور بارشیں برسانے کا ذریعہ ہوں گے

قیمت پر روکنا ہوگا۔ اگر اس کٹاؤ کو نہ روکا گیا تو پتی نوع انسان کے حالات مشکل سے مشکل تر ہوتے چلے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنی بقا کی جنگ بھی ہار جائے گا۔

2- ہمیں ہر سال لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کے حساب سے نئے درخت لگانے ہوں گے تاکہ موجودہ جنگلات میں اضافے کے ساتھ ساتھ نئے جنگلات اور باغات بھی وجود میں آسکیں۔ یہ درخت درج حرارت میں کمی، آکسیجن مہیا کرنے اور بارشیں برسانے کا ذریعہ ہوں گے۔

3- کرہ ارض کی بقا کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ہوا، پانی اور مٹی کو آلودگی سے بچائیں۔ اس آلودگی میں

جو سیدر حرارت میں بتدریج اضافے اور موسمیاتی تبدیلیوں میں زراعت کا نظام بری طرح متاثر ہوا جسے خوراک کی طلب پوری نہ ہونے اور بڑھتی ہوئی مہنگائی سے بالخصوص غریب ممالک کبھو ام کی مشکلات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے تاہم، کرہ ارض پر کلائمٹ چینج کی بگڑتی ہوئی صورت حال میں

ہم دانستہ اور نادانستہ دونوں طرح سے ہوا کی آلودگی میں کتنا حصہ ڈالتے ہیں اور اس کے کیا اثرات نکلتے ہیں، کبھی سوچا بھی ہے؟ نہیں ناں! ہم غیر ضروری طور پر گاڑی اور موٹر سائیکل چلاتے ہیں، جس سے نہ صرف قیمتی ایندھن کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ ایندھن سے زہر بھرا دھواں بھی نکلتا ہے اور یوں متعدد بیماریوں کے ساتھ روز کنی انسان لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔ کیا یہی اچھا ہو کہ کم فاصلے پر ہم پیدل ہی چلیں اور گاڑی کا استعمال صرف ضرورت کے وقت ہی کریں

پاکستان کا حصہ بہت مختصر ہے کیوں کہ دیگر ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں ہماری گرین ہاؤس گیسوں کی پیداوار بہت کم ہے لیکن اس کے باوجود موسمی خطرات بھگتنے والے ممالک کی فہرست میں پاکستان کا شمار 10 سرفہرست ممالک میں ہوتا ہے۔

جرمن واچ کی دی گلوبل کلائمٹ رسک انڈیکس کی 2020 کی سالانہ رپورٹ کے مطابق کلائمٹ چینج کے خطرات بھگتنے والے ممالک میں پاکستان



پانچویں نمبر پر موجود ہے جب کہ 1998 سے 2018 کے دوران قدرتی آفات کے باعث 9,989 جانوں کا ضیاع اور 3.8 ارب ڈالر کا معاشی نقصان ہو چکا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تمام مسائل کو کیسے حل کیا جائے تاکہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھ سکیں تو اس کے لیے ہمیں سب سے پہلے عوام میں شعور اجاگر کرنا ہوگا، خاص طور پر خواتین کی تعلیم اور بہتر سہولتوں تک رسائی ممکن بنانا ہوگی تاکہ وہ افزائش نسل کے باریئیں خود بھی فیصلہ لیکر سکیں۔

پہنچانے جیسے تمام کاموں کیلئے لکڑی جلانا پڑتی ہے۔ سال کے بارہ مہینے اگر بلا تاغ لکڑی جلانی جائے تو

آلودگیوں کو کم کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ تاہم! اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ گھر پر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر



کی ایک رپورٹ کے مطابق ہر سال دنیا میں ایک اعشاریہ تین بلین ٹن کھانا ضائع کیا جاتا ہے۔ کیا یہی اچھا ہو کہ ہم کم کھائیں، ضرورت اور اپنی اشتہا کے مطابق ہی کھائیں اور کھانا ضائع نہ کریں۔ ضرورت پڑے تو ہم مزید لے سکتے ہیں۔ اس طرح ہم ماحول کی سب سے بڑی ضرورت غذا کا حسب ضرورت استعمال کر سکتے ہیں اور بلاوجہ ضائع ہونے سے بچا

گیا ہے یا کون کون سا حصہ نوچنے کے بعد ابھی تک رنو کے قابل ہے۔ ایک ایسا نظام بنائے کہ اسے مزید نوچنے کا سوچنے پر ہمارا دل خون کے آنسو روئے اور ہم اسے مزید بربادی سے بچائیں۔ درج بالا نکات پر عمل کر کے اور ان کے علاوہ کئی اور اقدامات سے اپنی دھرتی ماں کو ہمیشہ ہمیشہ کی جتائی سے بچا سکتے ہیں۔ یہ زمین جو ماحولیاتی فساد کی آماجگاہ بن گئی ہے، اپنی اپنی سطح پر کام کر کے اسے جنت کا گوارہ بنا سکتے ہیں۔

آئیے! عہد کیجئے اور اس عہد کو نبھانے میں ہر فرد اپنا حصہ ڈالے کہ آج کے بعد ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں جس سے ہمارا خوب صورت ماحول آلودہ ہو، ہماری معطر فضا نقصان کا منظر پیش کرے اور آنے والی نسلیں ہمیں بدعادتیں۔ بلکہ ہم اس کی بقا کیلئے کوشاں رہیں گے اور اسے سربسز و شاداب رکھیں گے۔

آخر میں اتنا کہنا چاہوں گا، دنیا بھر میں پھیلتی آلودگی، جانوروں کی معدومیت، پانی کی قلت، دریاؤں و سمندروں کی آلودگی، دھوئیں اور کیمیائی مادوں سے



انسان، حیوان اور نباتات کو ناقابل تلافی نقصان، بیماریاں اور ماحولیاتی تبدیلیوں سمیت دیگر مسائل پر قابو پانے کے لیے مختلف جتن کیے جاتے ہیں اور ہر سال 5 جون کو عالمی سطح پر یوم ماحول کا انعقاد کر کے لمبے لمبے بھاشن دیے جاتے ہیں لیکن اس کا عملی مظاہرہ کرنے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں لہذا ہمیں اپنی نسلوں کو تحفظ خود کرنا ہوگا اور انسانی نسل کی اس خودکشی کو روکنا ہوگا جس کے لیے ہر انسان کو یہ کام اپنے گھر سے شروع کرنا ہوگا اور کسی حکومت، این جی او یا پھر عالمی تنظیم کا انتظار کیے بغیر وہ تمام بنیادی اقدامات اٹھانے ہوں گے جس سے ہم اپنی اس دنیا کو جنت بنا سکیں۔

سکتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے اقدامات انفرادی طور پر لے کر بھی ہم اپنے ماحول کو سازگار، معطر اور پر کیف بنا سکتے ہیں۔ مثلاً: بل یا ندیوں سے پانی کا غیر ضروری اخراج بند کر کے، غیر ضروری برقی آلات کا استعمال ختم کر کے، روایتی بلب یا ٹیوب کی جگہ

بچھا جائے۔ یہاں صرف غیر ضروری اسفار سے روکنے کیلئے متبادل طریقے بتائے گئے ہیں۔ 6- دنیا کے مختلف ممالک اور شہروں میں کئی تقاریب، نمائشیں، کیلپوں کے مقابلے اور میلے لگتے ہیں لیکن ایسے پروگرامات کے اختتام پر پتہ چلتا ہے کہ ان تمام واقعات نے ماحول پر کتنا منفی اثر ڈالا ہے۔ ان پروگرامات کا انعقاد کرنے والے ان کی مختلف سرگرمیوں کا باعث بننے والے کچرے وغیرہ کا اکثر نہیں سوچتے اور یوں دو چاروں کی موج مستیوں کے بعد بے تماشیا پلاسٹک، بیکز، بوتلیں، بچا ہوا کھانا، سگریٹ کے ککڑے، میوہ جات کے چھلکے اور نہ جانے کیا کچھ اس خوب صورت دھرتی پر بوجھ بنتے ہیں۔ ماحول کی خوب صورتی برقرار رکھنے اور

سوچنے کتنے درخت سالانہ کی بنیاد پر کتنے ہوں گے۔ مزید یہ کہ ان لکڑیوں اور آگ سے کتنا خطرناک دھواں نکل کر ہمارا ماحول آلودہ کرتا ہوگا۔ اس دھواں کی وجہ سے پہاڑی علاقوں کے کینوں کی بینائی کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ، سانس، کھانسی، دل اور دے کی بیماریاں عام ہیں۔ ایندھن کیلئے لکڑیاں جلانے کے بجائے حکومت کو متبادل ذرائع (مثلاً گیس اور بجلی کی بلا تعلق فراہمی) عوام کو دینے ہوں گے تاکہ ایک طرف ہم بیماریوں سے بچ سکیں اور دوسری طرف اپنے قیمتی ذخائر کو آنے والے وقت کیلئے بچا سکیں۔ 5- ملازمت اور تجارت کی غرض سے ایک دفتر سے دوسرے دفتر، شہر یا ملک جانا عام سی بات ہے۔

کرہ ارض کی بقا کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم ہوا، پانی اور مٹی کو آلودگی سے بچائیں۔ اس آلودگی میں طبعی، کیمیائی اور حیاتیاتی ہر طرح کے اوصاف شامل ہیں جو انسانی زندگی کے ساتھ صنعتی ترقی، طرز رہائش اور تہذیبی سرمائے کو انتہائی نقصان کی حد تک متاثر کر رہے ہیں۔ ہمیں عہد کرنا ہوگا کہ ہم غیر ضروری آلودگی نہیں پھیلائیں گے جس میں دھواں، گیس، ایسڈ کے قطرے، پلاسٹک، لوہا، کھاد اور شور شرابا بھی شامل ہیں۔

جدید دیرپا ایل ای ڈی لگا کر، اپنے آس پاس صفائی کا خیال رکھ کر، غیر ضروری خریداری سے پرہیز کر کے، ماحول کی بہتری سے متعلق آگاہی مہم چلا کر، دوبارہ قابل استعمال اشیا کو استعمال میں لا کر، پائیدار مصنوعات خرید کر، گوشت اور دودھ سے بنی اشیا کا استعمال کم کر کے، اپنے قیمتی وسائل بچا کر، اور چارجر، استری اور ٹی وی کے تار ساکٹ سے نکال کر وغیرہ۔ یہ بظاہر چھوٹے چھوٹے اقدامات ہیں لیکن ان کے اثرات ماحول پر بہت مثبت اور دیرپا ہوں گے۔

آئیے! عالمی یوم ماحولیات پر یہ احتساب کیجیے کہ ہم نے کس طرح اور کہاں کہاں سے اس دھرتی ماں کو لوچ ڈالا ہے اور کون کون سا حصہ نوچنے سے رہ

لیکن کو رونا و بانے ہمیں آن لائن میٹنگ، آن لائن شاپنگ، وہینار اور حسب ضرورت گھر سے کام کرنے کے طریقے سکھا دیے ہیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنے سے جسمانی تھکاوٹ کے ساتھ ساتھ قیمتی وقت کا ضیاع، پیسے اور دوسرے وسائل کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں آن لائن پلیٹ فارم اپنانے سے ان تمام نکالیف اور بے جا اخراجات سے بچنا ممکن ہے۔ یوں ہم ماحولیات اور اس زمین پر مختلف



مہاتما بودھ کا پسندیدہ ملک سری لنکا 49 دنوں میں مکمل دیوالیہ ہو گیا

چنانچہ پورے ملک میں پانی اور سیوریج دونوں بڑے بحران بن چکے ہیں..... پٹرول نہ ہونے کی وجہ سے پبلک ٹرانسپورٹ بھی بند ہو چکی ہے اور ریل سروس بھی، ذاتی گاڑیاں بھی کیڑوں میں کھڑی ہیں یا پھر پارکنگ لائٹس اور گلیوں میں... بچوں کے امتحانات منسوخ کر دیے گئے ہیں کیونکہ ایجوکیشن بورڈ کے پاس امتحان کی کاپیاں اور سوال چھاپنے کے لیے کاغذی موجودگی ہیں۔

ڈرائیونگ لائسنس، شاختی کارڈز اور پاسپورٹس بھی نہیں بن رہے کیونکہ پلاسٹک شیٹس امپورٹ نہیں ہو رہیں... سری لنکا کی ایکسپورٹس کا 52 فیصد ٹیکسٹائل اور گارمنٹس پر مشتمل تھا... جی ڈی پی میں چائے کی ایکسپورٹ کا اہم 17 فیصد تھا جب کہ باقی 31 فیصد آمدنی مصالحوں، قیمتی پتھروں، کوکونٹ، ربڑ، قش اور سیاحت سے آتی تھی۔۔۔ تیل کی بندش، لوڈ شیڈنگ اور ڈیفالٹ کی وجہ سے ٹیکسٹائل انڈسٹری اور چائے سمیت ساری ایکسپورٹس رک گئیں، فلائٹس بند ہوئیں تو سیاحت کی انڈسٹری بھی دم توڑ گئی۔۔۔ مسافر نہیں آ رہے تو ہوٹل، ریسٹوران اور عجائب گھر بھی اجڑ گئے۔ پاکستان

ہیں لہذا پور پلائٹس بند ہیں اور نتیجے میں ملک میں روزانہ ساڑھے سات گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے، صبح آٹھ بجے سے ایک بجے اور شام چھ بجے سے آٹھ بجے تک پورے ملک میں بجلی نہیں ہوتی اور لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے ٹیلی ویژن، موبائل فون سروسز، دفتر، اسکول، اسپتال، ریسٹوران، چائے خانے اور ہوٹل بند ہو جاتے ہیں۔ یہ پڑھ کر ہمارے ذہن میں سوال آئے گا یہ ادارے اپنے

دفتروں اور اہلکاروں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے مگر یہ اہلکار اور سرکاری محکمے اب کیا کر سکتے ہیں؟ پورا ملک اس وقت ٹوٹی ہوئی کشتی کی طرح سمندر میں جھکولے کھا رہا ہے اور پوری دنیا میں اسے بچانے اور سہارا دینے والا کوئی شخص موجود نہیں۔ آپ اگر دیوالیہ پن کو سمجھنا چاہتے ہیں تو آپ چند مثالیں دیکھ لیں؛ سری لنکا کو تین ہزار میگا واٹ بجلی چاہیے ہوتی ہے

فروری 2022 کو پہلا خوف ناک المیہ پیدا ہوا کولمبو پورٹ پر آئل کیریئر 40 ہزار ٹن فیول (پٹرول) لے کر پہنچا۔ بینک آف سیلون نے پٹرول کی پے منٹ کرنی تھی لیکن بینک کے پاس ڈالر ختم ہو گئے تھے۔۔۔ وزیر خزانہ سے رابطہ کیا گیا۔ وزیر خزانہ نے اسٹیٹ بینک سے بات کی لیکن اس کے پاس صرف دو ارب اور 30 کروڑ ڈالر تھے اور وہ بھی کرنسی کی شکل میں نہیں تھے لہذا سری لنکا پٹرول نہ خرید سکا اور جہاز پٹرول سمیت انڈیا روانہ ہو گیا۔۔۔



جزیرہ کیوں نہیں چلا لیتے۔۔۔؟ یہ چلا سکتے ہیں لیکن جزیرہ ڈیزل، پٹرول، فرنس آئل، گیس اور کوئلے سے چلتے ہیں اور یہ سہولتیں اس وقت ملک میں موجود ہی نہیں ہیں، بجلی کی بندش سے ٹیوب ویلز اور پانی کی موثر نہیں چل رہیں

جب کہ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت 4 ہزار میگا واٹ ہے لیکن 80 فیصد بجلی تھرمل پاور پلانٹس سے پیدا ہوتی ہے اور یہ پلانٹس ڈیزل، فرنس آئل اور کوئلے پر چلتے ہیں، ان کے لیے ڈالرز چاہئیں اور سری لنکا کے پاس ڈالرز نہیں

یہ سری لنکا کے دیوالیہ پن کا اشارت تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مہاتما بودھ کا پسندیدہ ملک 49 دنوں میں مکمل دیوالیہ ہو گیا اور سری لنکا نے 12 اپریل کو خود کو دیوالیہ ڈیکلیر کر دیا۔ ہم نے دیوالیہ کا صرف لفظ سنا ہے، ہم اس کے نتائج اور رد عمل سے بالکل واقف نہیں ہیں۔۔۔۔ میں لوگوں کو اکثر یہ کہتے سنتا ہوں کہ ہم اگر دیوالیہ ہو بھی گئے تو کیا فرق پڑتا ہے.....؟ سری لنکا میں بھی ایسے لاکھوں لوگ تھے، یہ بھی حکومت کو کہتے تھے ہم اگر دیوالیہ ہو بھی گئے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ لیکن آج سب سے زیادہ بے بسی لوگ رو رہے ہیں، سڑکوں پر مظاہرے ہو رہے ہیں اور سرکاری

